قوسِ قزح

از

بلقیس جمال

قوسِ قزح

(یعنی چند بہترین اخلاقی اور فطری نظموں کا یادگار مجموعہ)

(از)

محترمہ بلقیس جمال بریلوی

بنت حضرت مولٰنا مولوی عبد الاحد صاحب خلد آشیاں

بیگم صاحبہ جنت مکانی مولوی حافظ عبد الجلیل صاحب بی، ایس، سی، ایل، ایل، بی

وکیل میرٹھ

(باہتمام محمد میاں مالک اتحاد پریس مظفر نگر)

(طبع شد)

بار دوم ۱۰۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۸/

فہرست مضامین

قوسِ قزح

ازمولانا شفیق احمد صاحب شفیق صدیقی جونپوری

زندہ باد اے عندلیبِ خوش بیانِ شاعری
تجھ پہ صدقے ہے بہارِ بوستانِ شاعری

آج تیرے ہی ترانوں پر ہے موسیقی نثار
اے جمالِ باکمالِ نکتہ دانِ شاعری

مطربِ گلزارِ جنت گوش بر آواز ہے
گونج اٹھا ہے تیرے نغموں سے جہانِ شاعری

کیوں نہ اربابِ ادب سمجھیں اسے روحِ نشاط
تیری یہ تصنیف لاثانی ہے جانِ شاعری

گر ترے اشعار پر پڑتی رہے غائر نگاہ
منکشف ہوتا رہے سرِّ نہانِ شاعری

عزت افزائی ہوئی ہے تجھ سے فنِ شعر کی
بار بار احسنت کہتی ہے زبانِ شاعری

رو کشِ نقش و نگارِ جنت الفردوس ہے
جلوۂ قوسِ قزح سے آسمانِ شاعری

خاص وقعت کی نظر سے خلق دیکھے گی اسے
اور بھی ممتاز ہو جائے گی شانِ شاعری

لکھ کے یہ تاریخ سالِ طبع جھوم اٹھا شفیق
جانِ فزا رنگِ بہارِ آسمانِ شاعری

۵۳ ۱۳ھ

قوسِ قزح

(از مولانا شفیق احمد صاحب شفیق صدیقی جونپوری)

دیکھئے اعجازِ بلقیسِ خوش اختر دیکھئے — جلوۂ قوسِ قزح روئے زمیں پر دیکھئے

ایک ہی قوسِ قزح پر آسماں کو ناز تھا — اک نئی قوسِ قزح دُنیا میں گھر گھر دیکھئے

دید کے قابل ہے دُنیائے سخن کا ہر سماں — شامِ رنگیں دیکھئے صبحِ منوّر دیکھئے

چند لفظوں میں مضامینِ تصوّف ہیں کہیں — بند کوزے میں حقائق کا سمندر دیکھئے

گاہ ذکرِ سجدۂ عجز و نیاز و بندگی — بیٹھے بیٹھے جلوۂ محراب و ممبر دیکھئے

جھوم جھوم اُٹھتا ہے ہر مصرع پہ سارا میکدہ — ہر غزل میں ہی سرورِ دورِ ساغر دیکھئے

کاشفِ اسرارِ عرفاں ہی یہ تصنیفِ لطیف — اس کے صفحاتِ درخشاں کو اُلٹ کر دیکھئے

پردۂ الفاظ میں حسنِ ازل مستور ہے — ہر ورق ہے اک نقابِ روئے انور دیکھئے

داستانِ نور ہے، یا سرگذشتِ طور ہی — صفحۂ قرطاس پر ایمن کا منظر دیکھئے

چھڑ گئی ہے داستانِ لن ترانی اے کلیم — اب جہاں میں بجلیاں گرتی ہیں کس کس پر دیکھئے

شوکتِ الفاظ بھی ہے خوبیٔ معنیٰ بھی ہے — آفریں کہتی ہے روحِ ہر سخنور دیکھئے

میں لکھوں تاریخِ دیوانِ جمالِ باکمال — میری قسمت دیکھئے میرا مقدر دیکھئے

کیا بلاغت خیز ہے یہ مصرعۂ تاریخِ طبع
بالادب قوسِ قزح چرخِ ادب پر دیکھئے

۱۳ ھ ۵۳

نذرِ محقّر

بخدمتِ اقدس برادرِ محترم عالیجناب سید طالب علی صاحب الہ آبادی

تاجِ فرقِ سخن چنیں داری — حلقۂ شعر در نگیں داری
طالبِ خوش بیان و نکتہ شناس — در سخن جلوۂ مبیں داری
ایکہ استادِ خضرِ راہِ من است — شمعِ منزل تو در جبیں داری
شاعرے گشتہ ام ز فیضِ نہاں — ایں کمالِ عجب تریں داری
آبروئے دوام مے یابم — تو نگاہِ کرم چنیں داری
کسبِ ضو کرد شیشۂ سخنم — چشمِ خورشید آفریں داری
نظمِ ناچیز سلکِ مرجاں شد — چوں نگاہت بہ مبیں داری
سلکِ ناچیز را کنم معنون — من بہ نامت کہ خوشتریں داری

نذرِ شوقِ جمال کن مقبول
چشمِ الطاف آفریں داری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسرتِ شاعر

اُٹھا دے ساقیٔ رنگیں بہارِ رُخ سے نقاب
دکھا جمال کہ ہے قلبِ غیرتِ سحاب

ملے وہ جامِ محبت لطیف و پاک و لذیذ
ہو جس کی بُو پہ تصدق شمیمِ مستِ گلاب

عطا ہو شبنمِ عرفاں کا قطرۂ روشن
کہ جس سے غنچۂ روحِ حزیں ہو اک مہتاب

اُٹھا دے آنکھ سے یہ پردہ ہائے کیفِ مجاز
دکھا دے جلوۂ رنگیں ہٹا کے رُخ سے نقاب

سُنا دے گوشِ تمنا کو پھر نوائے سروش
پلا دے پھر لبِ تشنہ کو جامِ بادۂ ناب

بتا دے پائے تجسس کو راہِ منزلِ عشق
دکھا دے دیدۂ بینا کو شمعِ خلوتِ خواب

فریبِ چشم ہو یا ہو طلسمِ ذوقِ نظر
نگاہِ شوق میں ہو پیکرِ جمالِ شباب

کمال ہے کہ تصور ہے محوِ برقِ جمال
مگر ہے ذوقِ نظر پائمالِ حسنِ نقاب

جمال نام ہے لیکن ہوں تشنۂ لبِ نور
دکھا دے جلوۂ پنہاں اِس آئینے میں شتاب

قوسِ قزح

رنگیں شام ہے عالم آرا   منظر ہے کچھ بھیگا بھیگا
رنگِ شفق ہے ہلکا ہلکا   گلشن گلشن صحرا صحرا
ساغرِ مے گوں ہے ہر غنچہ   بادۂ کوثر ہے ہر قطرہ

صحنِ چمن ہے کیف کا دریا   مست ہے نرگس مست ہے لالہ
موجِ ہوا اک نغمۂ رعنا   موجودات ہے غرقِ صہبا

- ساحر قوس ہے سحر سراپا   حیرت میں ہے چشمِ تماشا

جوئے رواں ہیں اڑتے بادل   کیف چکاں ہیں گلشن جنگل
سبز فضائیں، سبزے ہر پل   گنگا جمنی اُجلے بادل
قوسِ قزح اک حسنِ مسلسل   رخ پہ ہے رنگیں دامن رنگیں آنچل

اُف یہ دھنک کا جلوۂ رنگیں   ہر وادی ہے دامنِ گلچیں
سرخ لبوں میں بادۂ شیریں   آنکھیں رنگیں عارض سیمیں
ناز بداماں عشوہ آگیں   ایک کماں سو رنگ سے رنگیں

آنکھوں میں اک جامِ تبسم   پتلی میں آرامِ تبسم
ابرو میں اک دامِ تبسم   زلفوں میں اک شامِ تبسم
ہونٹوں میں پیغامِ تبسم   سرتاپا الہامِ تبسم

دیکھ کے رنگیں قوس کا جلوہ   عالم ہے مسرورِ نظارہ
شوخ اور چنچل طفلِ سادہ   ہنس ہنس کر کرتا ہے اشارہ
کوئی ستمگر کافرِ رعنا   حیرت میں ہے دیکھ کے جلوا

۹

گنگا کے کنارے

(۱)

جب غم کا اندھیرا چھاتا ہے — جب دُنیا سے گھبراتی ہوں
دل میرا جب بھر آتا ہے — جب یاس زدہ ہو جاتی ہوں
جی شورش سے گھبراتا ہے — ہر بات سے جب اُکتاتی ہوں
خود پاؤں مرا اُٹھ جاتا ہے — گنگا کے کنارے آتی ہوں

(۲)

یہ اس کی چمک موتی کی لڑی — یہ اس کی فضا بلّور نما
یہ اس کی دمک مرمر جیسی — یہ اس کی سپیدی نور نما
یہ اس کی جھلک چاندی سی جڑی — یہ اس کی تجلّی طور نما
یہ اس کی مہک پھولوں میں بسی — یہ اس کی نگاہیں حور نما

(۳)

یہ ہلکے ہلکے کچھ چھینٹے — جو ناز کے قطرے گاتے ہیں
یہ صاف اچھوتے کچھ شیشے — جو موجوں کو چمکاتے ہیں
یہ چھم چھم کرتے پانی کے — جو لہروں میں بل کھاتے ہیں

یہ سرد ہواؤں کے جھونکے — جو گنگا میں لہراتے ہیں

(۴)

کرتے ہیں عجب حیران مجھے — ہے روح میں پیدا کیفیت
ہو جاتے ہیں ساکن سب جذبے — ہے قلب کی ساکت اب حالت
اُٹھتی ہیں جو موجیں اٹھلا کے — ہوتی ہے نظر کو اک حیرت
چلتے ہیں جو پانی کے چھالے — بڑھتی ہے طبیعت کی حسرت

(۵)

دن رات ہی کیوں سرگرم عمل؟ — کیوں چُپکے چُپکے گاتی ہے؟
کیوں دل میں مچی ہے یہ ہلچل؟ — کیوں ہلکے ہلکے آتی ہے؟
چتون میں پڑے ہیں لاکھوں بل — کس سوچ میں ڈوبی جاتی ہے
چھائے ہیں اُداسی کے بادل — جذبات میں لہریں کھاتی ہے

(۶)

کیا راز ہے تیرے دل میں نہاں — آ۔ اپنا حال سُنا گنگا
سینے میں ہے مخفی غم کا دھواں — کچھ اپنا راز بتا گنگا
ہے راگ ترا بلبل کی فغاں — پھر غم کی تان لگا گنگا
کر مجھ کو ذرا مدہوشِ بیاں — پھر چُپکے چُپکے گا گنگا

(۷)

جو درد ہے میرے دل میں نہاں — کیا اُس کا ہوا کچھ تجھ پہ اثر
سینے میں جو شعلے ہیں مخفی — کیا اُن کا حال کھلا تجھ پر
جو آگ ہی میرے دل میں لگی — کیا اُس کا اُڑا ہے کوئی شرر
جو درد جگر میں ہے میرے — کیا اُس سے تو بھی ہوئی مضطر؟

(۸)

آ اپنے وطن کی عزت پر — کچھ اشکِ یاس بہائیں ہم
آ ہند کی شامِ حسرت پر — اک شمعِ درد جلائیں ہم
آ اپنی شکستہ قسمت پر — رو رو کے سب کو رلائیں ہم
آ قوم کی قسمتِ ویراں پر — دو آنسوؤں کے چڑھائیں ہم

کشتی میں

فضاؤں پر خموشی چھا رہی ہے — شبِ مہتاب بڑھتی آ رہی ہے
چمکتی ریت ہے خاموش دجلہ — کرنِ مہتاب کی گرما رہی ہے
سکونِ شب میں جیسے موجِ نغمہ — ہوا پھولوں میں یوں لہرا رہی ہے
ہوا ہے مست جلوہ چاندنی کا — فضا پہ کیفیت سی چھا رہی ہے
شگوفے چپکے چپکے کھل رہے ہیں — نسیمِ چال فتنہ اٹھلا رہی ہے

ہر اک غنچہ ہے مستِ کیفِ فطرت
ہوا کیا میکدے سے آ رہی ہے؟

کلی ہیں آج غنچوں سے نگاہیں
تو چشمِ روح کھلتی جا رہی ہے

حسین و مست غنچے منتظر ہیں
لڑی موتی کی شبنم لا رہی ہے

ٹپکتے نرم شبنم کے ہیں موتی
فضائیں روشنی سی آ رہی ہے

لطافت دیکھ لو موجیں رواں ہیں
فضا دریا کی چمکی جا رہی ہے

ہوا چپکے سے موجوں سے گزر کر
فروشِ آب کو لہرا رہی ہے

جہاں ہر موج ہے سرشارِ فطرت
جہاں اک بیخودی سی چھا رہی ہے

جہاں موجوں میں اک کندن کٹا ہے
فضا آئینہ سا دکھلا رہی ہے

جہاں رُک رُک کے چلتی ہیں ہوائیں
جہاں چھپ چھپ کے خوشبو آ رہی ہے

جہاں کی زندگی کی تابشوں سے
ستاروں کی چمک شرما رہی ہے

اُسی دنیائے کیف و خامشی میں
مری کشتی لچکتی جا رہی ہے

نگاہیں ہو چکیں مخمورِ فطرت
نشاطِ روح جھومی جا رہی ہے

نظر بھی چپ زباں خاموش دل چپ
کہ میری روح نغمہ گا رہی ہے

رواں ہے کس طرح کشتی کہوں کیا
یوں ہی بس چپکے چپکے جا رہی ہے

مری کشتی کے سازِ آب گوں سے
صدا کچھ میٹھی میٹھی آ رہی ہے

مری کشتی ہیں موجوں کے سہارے
پری جنگل کی شاید گا رہی ہے

منور چاند کے سیلِ رواں میں
کثافت دل کی دُھلتی جا رہی ہے

اسی خاموشیٔ شب کی زندگی میں
مری قسمت تجلّی پا رہی ہے
ہوا ہے قلب کو الہام روشن
نظر میں جگمگاہٹ آ رہی ہے
جمالہ ہاں ذرا خاموش رہنا
جلائے چشم تمنّا پا رہی ہے

تالاب کے کنارے

بادل کے نرم ٹکڑے بادِ صبا کے جھونکے
پانی کے صاف چشمے لہروں کے سرد چھینٹے
کچھ سیم گوں شگوفے نسریں کی ڈالیوں میں
جھک جھک کے گر رہے ہیں شاداب کیاریوں میں
جوہی کا ایک پودا دلکش لطیف و رنگیں
تالاب کے کنارے جھونکوں میں محوِ تزئیں
بادِ صبا کے جھونکے آ آ کے چھیڑتے ہیں
جوہی کے پھول ہنس کر دامن سکیڑتے ہیں
پھولوں کے سُرخ لب ہیں فطرت کا اک تبسّم
پتّوں کے نرم جھونکے اُمید کا ترنّم
موجوں کے گیت میں ہے اک نغمۂ تمنّا
گاتی ہیں نغمۂ غم دوشیزگانِ دریا
کچھ لڑکیاں کھڑی ہیں معصوم و شوخ و کافر
قوسِ قزح تصدّق ہو اُن کی ساریوں پر
آنکھیں ہیں اُن کی گویا شاعر کا اک تخیّل
ہر غولۂ پریشاں ہے اُن کی مست کاکل
خمدار اُن کے ابرو ہیں خنجرِ کشیدہ
اُن کی حسین آنکھیں اک آہوئے رمیدہ
وہ چھوٹے چھوٹے گاگر پیتل کے اُن کے لوٹے
بجلی چمک رہی ہے تالاب کے کنارے

بے ساختہ تبسّم ہے اُن کے لبِ پُر رقصاں
معصوم قہقہوں سی موجِ روّاں بھی حیراں

میں اُن کو دیکھتی ہوں اور خود کو دیکھتی ہوں
گاہے نگاہِ حیراں پانی پہ پھینکتی ہوں

معصوم دل ہیں اُن کے وہ مسکرا رہی ہیں
میرے وجودِ غم پہ بجلی گرا رہی ہیں

افسوس ایک میں ہوں محرومِ زندگانی
مجبورِ نوحہ خوانی مجروح خوں فشانی

اے وائے میرا دل ہے اک بسملِ طپیدہ
آہوئے صید کردہ یا مرغِ خوں چکیدہ

میری نگاہِ حسرت اک درد کی کہانی
پامالِ یاس و ارماں غمناک زندگانی

بیگانۂ مسرت محرومِ عیش و عشرت
مایوسِ لطف و بہجت اک غم نصیبِ حسرت

آنکھوں میں بے تحاشہ آنسو چھلک رہے ہیں
یا ابرِ غم چکاں ہیں قطرے چھلک رہے ہیں

اے میری آہِ سوزاں میرا پیام لے جا
بیہوش سونیوالوں تک عرضِ عام لے جا

جو سو رہے ہیں اُن کو اے آہ تو جگا دے
ساکن سماعتوں کو نغمہ مرا سُنا دے

دُخترِ مِلّت سے خِطاب!

ہو گئیں ہر ترقی سے فضائیں نور پاش
ہو گئی اقوام کی ہمسر تیری آبرو

بڑھ گیا سعیِ نسائی سے زمانے کا وقار
چھُپ گئی لیکن نہ جانے کون سی گوشے میں تو

ذوقِ زینت سے تجھے ملتی نہیں فرصت ذرا
بادۂ دولت کا ہی تیری نگاہوں میں خمار
حالِ ملت پر نظر کرنے سے تجھ کو فائدہ
زندگانی ہے تری صرفِ بہارِ روزگار

اک کتابِ ناز و غمزہ پیشِ چشمِ ناز ہے
ہو گئی جس پر نگاہِ شوق تیری یوں نثار
جلوہ ہائے حسنِ مغرب تیری نظروں میں کھبے
ہو گئی پروانہ بن کر شمعِ مغرب کا شکار

آ سناؤں تجھ کو میں دردِ وطن کی داستاں
آ دکھاؤں تجھ کو اپنے پارۂ چاکِ جگر
اک شبِ ظلمات ہے یا قسمتِ ہندوستاں
دیکھ حالِ ملک و ملت بند آنکھیں کھول کر

آئینہ میں دل کے عکسِ حسرتِ تقدیر دیکھ
زخمہائے سینہ میں پیکانِ جورِ غم بھی دیکھ
اک چراغِ یاس میں صد شعلۂ تدبیر دیکھ
دل کے پھوٹے آبلوں میں ناوکِ تیرِ ستم بھی دیکھ

آ فضائے یاس میں آراستہ کر انجمن
ان پریدہ پتیوں کو مجتمع کر دے ذرا
آنسوؤں سے خون کے سیراب کر کشتِ وطن
بوئے گُل یعنی مشامِ روح میں بھر دے ذرا

کیوں فضائے دہر میں ہے اک بابِ خامشی
تیرے تاروں میں بکھرے ہیں نغمۂ آتش فروش
گنگناتی کیوں نہیں دردِ وطن کی راگنی
تیرے ہونٹوں نہیں شاید رہی لذتِ نطقِ سروش

آ دلوں پر چھڑکیے چھینٹے بارشِ الہام کر
آ چمن میں انقلابِ تازہ کا ہنگام کر
دیکھیے نغموں سے جگا دے روحِ مردہ کو ذرا
شعرِ ملت بربطِ مستی پہ سرمستی میں گا

جامِ آتش خیز وہ بزمِ وفا میں بھر کے لا
دم بدم وہ ساغرِ حبِ وطن لا کر پلا
جس سے اِن مردہ رگوں میں خون کو رسے آ جائے جوش
خفتگانِ قوم کو شاید ذرا آ جائے ہوش

منحصر تجھ پر ہے بنیادِ ترقی وطن
مٹ نہیں سکتے دلِ مایوس کے رنج و محن
تو اگر ڈالے رہی دل پر خموشی کا نقاب
تو نے گر جلدی نہ قسمت کو بنایا کامیاب

ملتِ برباد کی نظریں ہیں تیری منتظر
اُٹھ اور اُٹھ کر کشتِ ملت کو ذرا سیراب کر
ہو رہی ہیں دم بدم تیری نگاہوں پر نثار
پھر بدل دے اک نظر میں یہ قضا روزگار

گا رہی ہے یہ جہاں درد و غم کی راگنی
چھوڑ دے یہ فرشِ گل اے نو بہارِ زندگی
حجلۂ زریں سے اُٹھ سن میرا دیپک راگ تو
بربطِ حسرت پہ گائیں ہم پیامِ آرزو

حضرت زینبؓ کا خطاب

اپنے لختِ جگر عون و محمدؑ سے

جاؤ میدان کی جانب مرے دل کے پیارو
میری بے نور نگاہوں کے چمکتے تارو!
حق و انصاف و صداقت کے علمبر دارو
وقت خدمت کا ہے اسلام کے خدمتگارو

چرخ ایمان محمدؐ کے ستارے تم ہو
قوم کی ڈوبتی کشتی کے سہارے تم ہو

تخمِ اُمیدِ محمدؐ کے گلستاں تم ہو
چرخِ اسلام کے خورشیدِ درخشاں تم ہو
کون کہتا ہے ابھی طفلِ دبستاں تم ہو
مردِ میدان و غا شیرِ نیستاں تم ہو

شانِ احمدؐ ہے ہر اک نقشِ قدم سے پیدا
آنِ احمدؐ ہے اِسی دم اِسی خم سے پیدا

اخترِ نورِ محمدؐ کی تجلّی تم ہو
جس سے ملّت ہو ضیا تاب وہ بجلی تم ہو
جس سے اسلام ہے سیراب وہ پانی تم ہو
بحرِ عالم میں ہے نایاب وہ موتی تم ہو

دُرّۃ التاج بہارِ چمنِ زیست ہو تم
وجہ معراج بہارِ چمنِ زیست ہو تم

خون رگ رگ میں تمھاری ہو علیؑ کا جاری — وہ علیؑ شیرِ خدا سیفِ محمدؐ یعنی
رستمِ لشکرِ اسلام ہو دلبندِ علیؑ — جس کی تلوار کے جبروت سے دنیا لرزی

جلوۂ تیغِ محمدؐ ہو یہ سمجھے رہنا
تابِ انوارِ محمدؐ ہو یہ جانے رہنا

تیغ و شمشیر کے زیور ہیں جوانوں کیلئے — نیزہ و تیر کھلونے سے ہیں مردوں کیلئے
کھیل ہو جان کی بازی بھی سپوتوں کیلئے — غازۂ رُخ ہے لہو دیں کی شہیدوں کیلئے

نوکِ نیزہ کو وطن اپنا سمجھتے ہیں جواں
چھاؤں تلوار کی یہ اپنا سمجھتے ہیں مکاں

لوٹ کر گھر میں نہیں آتے ہیں رن سے غازی — فتح ہوتی ہے تو دکھلاتے ہیں چہرے غازی
ورنہ سو جاتے ہیں تلوار کے نیچے غازی — جان اسلام پہ کر دیتے ہیں صدقے غازی

شانِ اسلام ہے تلوار سے کٹ کر مرنا
وصفِ اغیار ہے بچ جانے کی کوشش کرنا

شیر ہو پیچھے قدم اب نہ ہٹانا پیارو — لاکھ ہوں تیر رواں تیر چلانا پیارو
رن میں جمنا تو نہ پھر پیٹھ دکھانا پیارو — ہار جاؤ تو وہیں جان گنوانا پیارو

جاؤ دنیا کو دکھا دو کہ مسلماں تم ہو
مردِ میداں ہو تمھیں رستمِ دوراں تم ہو

میری تنہائی کا اندیشہ نہ کرنا بیٹو! — تم تصور میں مری گود میں ہوگے پیارو!

فخر میں تم پہ کروں گی مرے غازی لالو! — لعل اسلام کے ہو سُرخ لبادہ پہنو!
خون میں ڈوب کے جب آؤ گے گھر میں یعنی
میں سمجھ لوں گی کہ دولہا ہیں یہ میرے غازی
پیاس ہے تم کو لگی خُلد کے چشمے ہیں رواں — جامِ شیریں ہیں لئے ہاتھ میں حورانِ جناں
جاؤ اسلام پہ جاں اپنی کرو اب قرباں — آبِ شمشیر کے پردے میں ہو کوثر پنہاں
تم گرو گے تو علیؑ جھک کے اُٹھا لینگے تمہیں
مصطفٰےؐ نور کی چادر میں چھپا لینگے تمہیں

پیغامِ عمل

ڈبڈبا آئی ہیں آنکھیں خامۂ دلگیر کی — کیا سُناؤں داستاں بے مہری تقدیر کی
ہر نفس خونِ تمنا سے ہے غمگین حیات — ہر نظر نے حسرتِ جذبات کی تشہیر کی
نالے اُٹھ اُٹھ کر مرے ہونٹوں تک آخر آ گئے — آہِ سوزاں نے خبر لی حلقۂ زنجیر کی
بن گئیں فوارہ آنکھیں اک جھڑی سی لگ گئی — خون کے قطروں نے پلکوں میں عجب تاثیر کی
کیا کہوں کیونکر سناؤں داستانِ دردِ دل — ایک ہی زخمِ جگر اور اتنی تو کیں تفسیر کی

ہیں نگاہیں یاس آرا ہر نظر حسرت فزا
شعلۂ جذبات سے ہیں پتلیاں مشعل نما

پھر نگاہِ یاس سے بہنے لگے قطراتِ خوں
پھر گریباں کی طرف بڑھنے لگا دستِ جنوں

ہو گئے جذبات سینہ میں تلاطم آشکار
بڑھ گئیں زخمِ جگر کی سوزشیں حد سے فزوں

کیا سناؤں داستانِ وحشتِ قلبِ حزیں
حسرتِ دردِ نہانی کی کہانی کیا کہوں

ہو گئی ہے غرقِ بحرِ یاس کشتیٔ اُمید
ہو گیا ہے آرزوئے دل کا بیڑہ دیکھی خوں

اک کہانی یاس کی ہے ہر تمنائے نزار
ہو گئی ٹیسوں سے زخمِ دل کی کیفیت یوں

حسرتِ دل ہو گئی مجروحِ تیغ بیکسی
ہائے دُنیائے مُسرت دستِ غم نے لوٹ لی

یاس کی خاموش راتیں ظلمت افزائے حیات
ہر طرف کانٹوں سے ہے معمور صحرائے حیات

زندگی کے سُست لمحے وقفِ دردِ بیکسی
ہر نظر کی خامشی صد حسرت آرائے حیات

ہو گئی ہر صبح صرفِ لذتِ دردِ جگر
ہو گئیں شامیں نثارِ دردِ غمہائے حیات

زندگی کیا، اور کیسی نزہتِ قلبِ حزیں
ہو گئیں آنکھیں پیامِ اشک افزائے حیات

تا کجے آنکھیں رہیں محوِ سرشکِ موج دار
کب تک اک زخمِ جگر چھلکائے مینائے حیات

ایک زندانِ بلا ہے اور ہم مجبور ہیں
چاند روشن ہے مگر ہم چاندنی سے دُور ہیں

سونے والی آنکھ! کب تک سکونِ کیفِ خواب
کھول دے آنکھیں کہ ہو جائے تجلی بے نقاب

نیند سے تیری فضائیں ہو گئیں نذرِ جمود
تیرے سونے سے زمانہ ہو گیا مصروفِ خواب

تیری غفلت کر گئی پژمردہ ہر اُمید کو
تیری خاموشی سے دُنیا ہو گئی غفلت مآب

تو نے سو کر ایک عالم کی نگاہیں بند کیں
تیری شب خوابی سے ڈوبا زندگی کا آفتاب

تیری خاموشی سے سازِ زندگی خاموش ہے
تارِ ہستی کے ہوئے نغمے سکوں افزائے خواب

روزِ روشن نے تجلّی ریز آنکھیں پھیر لیں
گلشنِ اُمید پر کالی گھٹائیں چھا گئیں

بے نیازِ ہوش! ہر اُمید اب بیہوش ہے
اے گُلِ خاموشِ غفلت ہر چمن خاموش ہے

اے نوائے خواب! ہر غنچے کو نیند آنے لگی
اے سکوتِ نغمہ! ہر بلبل سکوں بر دوش ہے

اے ستم پروازِ ہستی! بے نیازِ عقل و ہوش
تیرے سو جانے سے ہر اُمید حسرت نوش ہے

پڑ گئی ہے اوس ہر شہلائے چشمِ ناز پر
ہر نگاہِ حُسن یعنی خواب در آغوش ہے

ہر قدم ساکت ہوا ہر پائے رنگیں سو گیا
ہر خرامِ ناز میں اک لغزشِ بیہوش ہے

نیند کے سیلاب میں یہ کس طرح کا جوش ہے
ہر تمنّا سو گئی ہر آرزو خاموش ہے

ہو گئی خاموش وہ رنگیں ہوا جذبات کی
رُک گئیں لہریں فضائے بحرِ موجودات کی

صبح کا نازک سپیدہ رنگِ ظلمت ہو گیا
چھا گئی ہر ذرّہ دل پر سیاہی رات کی

خلوتِ اُمید کے گوشے ہیں ویران و اُداس
اُٹھ رہی ہیں ہر طرف سے آندھیاں آفات کی

چھُپ گیا ہے بادلوں میں ماہتابِ زندگی
ہو گئی پردے میں پنہاں چاندنی جذبات کی

بجلیاں ہر شمعِ دل کی صرفِ ظلمت ہو گئیں — چھا گئیں گلشن پہ کالی بدلیاں ظلمات کی
ڈوب کر تارے دلوں کے غرقِ حسرت ہو گئے
زندگی کے نور سب عنوانِ ظلمت ہو گئے

جاگ! اے خوابیدہ جذبات پھر بیدار ہو — عرصۂ علم و عمل میں پھر ذرا ہشیار ہو
منزلِ امید میں بن اک خرامِ دل نشیں — شاہراہِ زندگی میں واقفِ رفتار ہو
پھر پیامِ آرزو پیدا ہو نطقِ شوق میں — پھر صدائے دل، دلِ خاموش میں بیدار ہو
شمعِ ہمت پھر چمک جائے شبِ جذبات میں — روشنیٔ نو سے جس کی دن تجلی زار ہو
جام ہائے درد کے ہاں دور پھر چلنے لگیں — ہر نظر مخمور ہو ہر زندگی سرشار ہو
کشتیٔ دل بحرِ ارماں میں رواں ہونے لگے
پرتوِ جذبات سے رنگیں جہاں ہونے لگے

آ! سکوتِ شام میں پھر نالۂ پیہم کریں — آ! لبِ خاموش کو پھر واقفِ ماتم کریں
آہِ دل کا شمعِ محفل کو بنائیں رازدار — کر کے سوزاں کو سوزِ زیست کا محرم کریں
کھینچ لیں سینے سے پھر پوشیدہ نوکیں تیر کی — زخم ہائے چاکِ دل شرمندۂ مرہم کریں
آ! سرِ گلشن ہیں زخمِ غنچہ محتاجِ رفو — بلبلوں میں پھر بپا ہنگامۂ ماتم کریں
سیم گوں کلیوں کو رنگِ زندگی سے رنگ دیں — برگ ہائے خفتہ کو بیدارِ خوابِ غم کریں
اک شعاعِ نور چمکائیں جبینِ ماہ پر
ثبت کر دیں ایک آنسو آستینِ ماہ پر

اُٹھ سکونِ یاس کو ہنگامہ در دامن کریں
خلوتِ خاموش میں پھر نالہ و شیون کریں

شمعِ ہمت سے تجلی آفریں ہوں ہر طرف
تیرگی در بر فضائیں، وادیٔ ایمن کریں

کوثر و تسنیم کی موجوں کو کر دیں آشکار
آبلہ پائی سے کانٹوں کو گلِ گلشن کریں

ماہتابِ علم کے چہرے سے سرکائیں نقاب
ذرّے ذرّے کو شعاعِ نور سے روشن کریں

چرخِ ملت پر ستارے جھلملائیں نور کے
رستخیز چشم کو اک برقِ مہ افگن کریں

داستانِ دل سُنا کر ہر چمن پُر غم کریں
عشرتِ اغیار دردِ آہ سے برہم کریں

آ، لبِ خاموش کو پھر زمزمہ آرا کریں
دل کی ساکن گھاٹیوں میں حشر اک برپا کریں

پھر دھواں آہوں کا چھا جائے فضائے نجد پر
قیس کے احساس کو پھر محملِ لیلیٰ کریں

منزلِ دل میں بچھائیں چاندنی کا فرشِ نور
عزتِ فردوس جنگل کا ہر اک گوشہ کریں

چھین لیں غنچوں سے پھر یہ پردۂ رنگِ حجاب
نکہتِ خوابیدۂ گل کو مشام آرا کریں

آ، وطن کی خاک کے ذرّے بنائیں آفتاب
آ، چمن کی ہر کلی سے اک چمن پیدا کریں

نیم خواب آنکھوں سے رنگِ صبح پھیلانے لگیں
ہر نظر سے بارشِ انوار برسانے لگیں

پھر چمن ہنگامۂ نو سے نوا پرداز ہو
طائرِ دل پھر فضا میں مائلِ پرواز ہو

ہو مغنّی اک نیا پیدا ہر اک آواز سے
ہر بُنِ موئے مغنّی اک نرالا ساز ہو

تارہائے ساز سے نکلیں وہ نغماتِ عجیب
جن سے ہر خاموش دل اک محشرِ آواز ہو

وسعتِ دل میں بپا حشرِ جنوں ہونے لگے — اُس کے ہر نغمے کا ایسا دل رُبا انداز ہو
ہو کے معمورِ الم چھلکے نگاہِ مُضطرب — اِس قدر جذبات کش وہ دُکھ بھری آواز ہو

مُضطرب ہو جائیں موجیں بحرِ حسیات کی
ملتہب ہو جائیں کرنیں نیرِ جذبات کی

پھر نشاطِ زندگانی آئینہ افروز ہو — پھر پیامِ کامرانی صد بہار آموز ہو
غنچۂ جذبات کے لب ہوں تبسم آفریں — سازِ دل پھر واقفِ اسرارِ کیف سوز ہو
ہر سحر ہو آئینہ دارِ شعاعِ صبحِ خلد — یعنی ہر شامِ وطن شامِ شبِ نوروز ہو
ذرّے ذرّے سے پیامِ زندگی آنے لگے — قطرے قطرے کا تموّج نغمۂ دل دوز ہو
پھر جمالِ خستہ کی آنکھوں میں پیدا ہو چمک — پھر شعاعِ زندگی برقِ تجلی سوز ہو

پھر لبِ گلہائے ملّت خندہ زن ہونے لگے
خارہائے دشت میں پیدا چمن ہونے لگے

شمع

عشق کی دُنیا لرزتی ہے ترے پیغام سے — بوئے اُلفت مُسکرا پڑتی ہے تیرے نام سے
منزلِ ویراں ہے روشن روئے شعلہ فام سے — ہے ترا آغاز خونیں تر ترے انجام سے

محشرِ جذبات تیری چشمِ کافوری میں ہے
بحرِ محسوسات تیرے حجلۂ نوری میں ہے

نالۂ خاموش ہے تیرا ربابِ زندگی
تیری لَو میں کانپتا ہے آفتابِ زندگی
سوزشِ جذبات ہے تیرا ربابِ زندگی
عالمِ اسرار میں تو ہے حجابِ زندگی

حُسن پنہاں ہے ترے ہنگامۂ خاموش میں
عشق عُریاں ہے تری آتش چکاں آغوش میں

ہے کلیمِ منتظر تیرا انیسِ زندگی
سوزِ اُلفت سے ہے مضمر تیرا سازِ زندگی
بہجت آگینِ و فا عشرت نوازِ زندگی
گوشِ شاعر کو بتایا تو نے رازِ زندگی

حُسن ہے نور آفریں تیرے حریمِ ناز میں
عشق ہے محوِ تمنا تیرے سوز و ساز میں

صبح کو تر ایک تیرے جلوۂ روشن میں ہے
سوز کی تاریخ تیرے آتشیں دامن میں ہے
آہ کا پرتو ترے افسانۂ ایمن میں ہے
کوئی شعلہ رُو نہاں اس تیری پیراہن میں ہے

عشق محوِ سوز تیرے لمعۂ انوار سے
حُسن محوِ گفتگو ہے شعلۂ بیدار سے

اے ربابِ زندگی اے نغمۂ سازِ حیات
تیرے شعلوں میں نہاں ہے جلوۂ رازِ حیات
زندہ باد اے شمعِ محفل شعلہ پردازِ حیات
سوز ہے انجام تیرا، سوز آغازِ حیات

شام کو جل کر سحر تک خاک ہو جاتی ہے تو

جاگ کر راتوں کو آخر تھک کے سو جاتی ہے تو

پرتوِ لمعات سے ساری فضا ہے لالہ زار — تیری خاموشی سے محفل میں برستے ہیں شرار
سوزِ دل کو مرتعش کرتی ہے جب بادِ بہار — کانپ اٹھتی ہے تری چینِ جبینِ شعلہ بار

یہ سیاہی رات کی تاروں کا یہ ہلکا سا نور
اور یہ تیری جبیں اک شعلۂ خاموشِ طور

اے جمالِ نازنیں میں بھی خستۂ جذبات ہوں — ان اندھیرے جنگلوں میں بستۂ ظلمات ہوں
محفلِ عشرت میں میں خاموشیٔ نغمات ہوں — حسرتِ شبنم سے آلودہ اندھیری رات ہوں

سوز تیرا مرتعش میرے دلِ پُرغم میں ہے
نغمۂ آتش چکاں تیرا مرے ماتم میں ہے

آ کہ تجھ میں جذب ہو کر میں بنوں جذبات نوش — آ کہ تیری مستیاں ہیں میری مخموری کا جوش
آ کہ تیرے زمزمے ہیں میری ہستی کا خروش — آ کہ تجھ میں میرے نالے ہیں تجلیات پوش

تیرے نغموں میں نہاں ہیں رمز و اسرارِ حیات
تیری آہوں کا دھواں ہے آبرو دارِ حیات

دونوں مل کر جل بجھیں افسانۂ بیہوش میں — یعنی دونوں خاک ہو جائیں شرارِ جوش میں
دونوں خاکستر ہوں آتش خانۂ خاموش میں — پھونک دیں ہستی کو اپنی الفتِ مدہوش میں

آگ جو تجھ میں ہے وہ میرے دلِ غمگیں میں ہے
لاگ جو تجھ میں ہے میری آہِ آتش چیں میں ہے

نظمِ جب بزمِ فلک کا منتشر ہو جائے گا
جب ستارہ صبح کا ذوقِ نظر ہو جائے گا
رُوئے پژمردہ کسی کا جب قمر ہو جائے گا
قطرۂ شبنم چمن زارِ سحر ہو جائے گا
اُس گھڑی یہ منظرِ غمناک ہوگا اور میں
کاروانِ شمع جل کر خاک ہوگا اور میں

پروانہ

میں محوِ سوز و ساز ہوں
خروشِ دل گداز ہوں
قتیلِ چشمِ ناز ہوں
شہیدِ صد نیاز ہوں

میں تابشِ شرار ہوں
جلا ہوا دیار ہوں
لُٹی ہوئی بہار ہوں
سرودِ بے قرار ہوں

میں نغمۂ خموش ہوں
پیامِ سوز و جوش ہوں
شررکدہ بدوش ہوں
نوائے خوں فروش ہوں

کہانیِ غمِ جہاں
فسانۂ شرر چکاں
تباہیوں کی داستاں
شرر چکان و خونفشاں

نویدِ سوز و ساز ہوں
پیامِ غم طراز ہوں
فنا کا ایک راز ہوں
حقیقتِ مجاز ہوں

الم کا جوشِ زندگی
ہے سوزِ پوششِ زندگی
شرر فروشِ زندگی
وبالِ دوشِ زندگی

ازل سے سوختہ جگر ازل سے کشتۂ شرر
طپیدہ مُو طپیدہ سر طپیدہ دل طپیدہ پر

کبھی خرابِ ناز ہوں کبھی سرِ نیاز ہوں
کبھی جگر گداز ہوں کبھی وفا کا راز ہوں

کسی کی التجا ہوں میں قیامتِ وفا ہوں میں
قتیلِ صد جفا ہوں میں شہیدِ صد ادا ہوں میں

غمِ دوامِ عشق ہوں کہ صبح و شامِ عشق ہوں
شہید نامِ عشق ہوں کہ اک پیامِ عشق ہوں

تپش ہے میری بانسری ہے آہ میری راگنی
ہے سوز میری زندگی ہے موت میری بیخودی

میں خوار ہوں تباہ ہوں دکھی کی میں کراہ ہوں
وفا کی قتل گاہ ہوں صدائے آہ آہ ہوں

میں حُسن اشکبار ہوں میں عشق بے قرار ہوں
میں زلفِ تار تار ہوں نگاہِ برق دار ہوں

دوامِ حُسن مجھ سے ہے ہے زہرِ عشق میری مے
سکوتِ شب ہے میری نَے سُنی ہے تو نے میری لے؟

کروں جو عرض دردِ دل ہو بزمِ کیف مضمحل
وفائے عشق ہو خجل ستم سے حُسن منفعل

یہ ہے پیامِ آخری جو ہے تلاشِ بیخودی
تلاش کردہ زندگی کہ جو فقط مجھے ملی

میری حیاتِ مشتعل ہے ایک سوزِ مستقل
یہی جہانِ آب و گل یہی ہے جاں یہی ہے دل

فزوں ہے سوزشِ جگر دہک رہے ہیں بال و پر
نظر اُٹھا اُٹھا نظر! ہے شمع میری منتظر

لگی ہے آگ سر بسر
سلام اے عمرِ مختصر

نغمۂ تمنا

اے برقِ تاباں جلوے دکھا جا
اے ساقیِ جاناں ساغر پلا جا
اے نغمہ ساماں نغمے سنا جا
بیخود بنا جا آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

پردے اٹھا دے او پردہ ساماں
جلوے دکھا دے او جلوہ افشاں
کافر بنا دے او کفرِ پنہاں
اے سحرِ عریاں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

غمزوں کا مسکن چشمِ تمنا
جلووں سے روشن یہ دل کی دنیا
ہو جائے گلشن میرا بھی صحرا
اے حسنِ رعنا آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

آنکھوں کی سرخی میخانہ ساماں
پتلی کی بجلی اک قلبِ لرزاں
رخ کی تجلی ایمن بہ داماں
حسنِ فراواں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

بیدار کردے اے صبحِ سیمیں! پُر نور کردے اے ماہِ رخشاں
ہشیار کردے اے صوتِ شیریں مخمور کردے اے کیف ساماں
سرشار کردے ساقیٔ رنگیں مسحور کردے اے سحرِ عریاں
اے حسنِ نمکیں آنکھوں میں آجا اے کیفِ عرفاں آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

او جانِ دلبر کب تک یہ غمزہ
او شوخ کافر کب تک یہ عشوہ
ہے سنگِ در پر سیلِ خودجمالہ
جانانِ سجدہ آنکھوں میں آجا
آنکھوں میں آجا دل میں سما جا

صبحِ نیاز

ہے چشمِ نرگس نیم خواب ہے ہر کلی جامِ شراب
ہے صبح تبریکِ شباب دُھندلا ہوا نورِ شہاب
موجیں ہیں عرفانی رباب مدہوش ہے چشمِ حباب

تارے ہیں تمہید حجاب — دامن کشاں ہے ماہتاب
آنکھیں ہیں مدہوش خراب — ہے فاش رازِ موجِ آب

ہاں اے موذن دے اذاں

جذبات ہیں حشر نیاز — احساس ہے محرمِ ناز
اُف یہ گھٹائیں حشر ساز — بکھری ہے یا زلفِ ایاز
غنچے ہیں کچھ نکہت طراز — نظارے ہیں تقدیس ساز
ہے آب جو آئینہ ساز — موجیں ہیں بیدار مجاز
منظر میں ہے سوز و گداز — ہیں پتیاں سجدہ نواز

ہاں اے موذن دے اذاں

دھندلا ہوا رنگِ قمر — تارے ہیں کچھ کچھ منتشر
انگڑائی لیتی ہے سحر — آئینۂ امواج پر
شبنم مثالِ اشکِ تر — قطرے بہار مستتر
یوں مسکراتی ہے نظر — رنگیں بہاریں دیکھ کر
جیسے کنول کے پھول پر — سورج کی کرنیں جلوہ گر

ہاں اے موذن دے اذاں

بادِ صبا ہے منتظر — موجِ ہوا ہے منتظر
دو پہر، گھٹا ہے منتظر — کیفِ فضا ہے منتظر

نورِ خدا ہے منتظر جوِ سما ہے منتظر
تابِ سہا ہے منتظر ہلکی ضیا ہے منتظر
کیفِ صدا ہے منتظر سوزِ نوا ہے منتظر

ہاں اے مؤذن دے اذاں

نجمِ سحر ہے منتظر نورِ قمر ہے منتظر
ہر برگِ تر ہے منتظر موجِ نظر ہے منتظر
ہر اشکِ تر ہے منتظر تابِ گہر ہے منتظر
حسنِ بصر ہے منتظر دردِ جگر ہے منتظر
گوشِ اثر ہے منتظر جھکنے کو سر ہے منتظر

ہاں اے مؤذن دے اذاں

مجنونِ محسوسات ہوں سرشارِ حسیات ہوں
مجروحِ کیفیات ہوں دیوانۂ جرعات ہوں
مدہوشِ مصنوعات ہوں پروردۂ لذات ہوں
آوارۂ نغمات ہوں سرشارِ الہامات ہوں
مستِ تجلیات ہوں آثارِ باقیات ہوں

ہاں اے مؤذن دے اذاں

جذبات ہیں اندوہگیں احساس ہے غم آفریں

ارمانِ دل، دل کے مکیں — اور حسرتیں پہلو نشیں
برباد ہے قلبِ حزیں — ویراں پڑی روحِ آتشیں
تیری ادا ہے دل نشیں — رازِ محبت کی امیں
آ دل میں اے نازآفریں — جھکنے کو ہے میری جبیں

ہاں اے موذن دے اذاں

جوگی سے خطاب

اِس صبحِ عطر زا میں، بے تابیٔ ہوا میں — اِس کیفیت کی دنیا، رنگینیٔ فضا میں
واماندہ مسافت، اِس چاند کی ضیا میں — اِس نغمۂ صبا میں، اِس برگ کی نوا میں

اِک کیفیت ہے پنہاں اک سحر ہے نمایاں
اِک بیخودی ہے لرزاں اک بے خودی خراماں

بدمستی فضا میں گل ریزیٔ چمن میں — بے تابیٔ ہوا میں رنگینیٔ سمن میں
مدہوش برگِ گل میں مخمور نسترن میں — ہر برگ نغمہ زا ہے ہر حسن خندہ زن ہے

کچھ جلوہ سازیاں ہیں خندہ طرازیاں ہیں
عشوہ فروشیاں ہیں غمزہ نوازیاں ہیں

میخانہ زارِ فطرت، جنگل کی زندگی میں — دنیائے کیف و لذت بادل کی بیخودی میں

اِس نغمۂ محبت، کوئل کی بانسری میں — بلبل کی بے خودی میں، ہریل کی راگنی میں

اک صوتِ سرمدی سے ہر آہ سے ہویدا
سو نغمہ ہائے الفت ہیں سازِ دل سے پیدا

حسرت نصیب ہو گی یہ شعلہ آفرینی — یہ تیری بے خودی اور جنگل کی سبز وادی
شعلوں میں ہو کے پنہاں یہ سوزِ دل کی بجلی — یہ غم چکاں لبوں سے آہوں کی شعلہ ریزی

خاک اِس جہاں کو سوزِ آواز کر نہ جائے
جنگل کہیں فلک کو پرواز کر نہ جائے

آنکھوں میں بادہ افزا ساغر چھلک رہے ہیں — پلکوں کی جنبشوں سے موتی ٹپک رہے ہیں
ہونٹوں میں تیرے پیہم شعلے بھڑک رہے ہیں — نغموں کی بجلیوں سے جنگل دہک رہے ہیں

کچھ حسرتیں نہاں ہیں نظروں کی بیکسی میں
چنگاریاں ہیں لاکھوں اک سازِ خامشی میں

آنکھوں میں بجلیوں کی بیتابیاں نہاں ہیں — ہونٹوں میں شعریت کی غمناکیاں نہاں ہیں
پلکوں میں رازِ غم کی غمّازیاں نہاں ہیں — نغموں میں ہچکیوں کی بربادیاں نہاں ہیں

آہیں لبوں میں پنہاں نغمے فضا میں لرزاں
ہے سرخ آنکھ گریاں، رخسار گل بہ داماں

صحرائے آرزو کے او بے خبر مسافر — اے رازدانِ فطرت دیوانۂ مناظر
اے بے خود حقیقت مسحورِ عشق ساحر — غربت نواز ہو گی فطرت پرست شاعر

تسکیں کی جستجو میں یہ اضطرار تیرا
بجلی بنا ہوا ہے قلبِ فگار تیرا
کیوں آنکھ سُرخ کر کے مخمورِ زندگی ہے　　کیوں لب گداز کر کے مدہوش بے خُشی ہے
کیوں محوِ آہ ہو کر صرفِ الم کشی ہے　　مصروفِ یاس ہو کر تصویرِ بے کسی ہے
دُنیا ہلائے گا کیا اپنی کراہ سے تو ؟
عالم کو پھونک دیگا خونی نگاہ سے تو ؟
کیوں غم لُٹا رہا ہے صحرا کے دامنوں میں　　دریا بھرے ہوئے ہیں پلکوں کی جنبشوں میں
آنسو بہا رہا ہے سُنسان جنگلوں میں　　درد و کے گا رہا ہے خاموش گھاٹیوں میں
صحرا کہیں اثر سے سکتے میں آ نہ جائے
تو محو ہو کے روح و دل میں سما نہ جائے
مجھ کو فنائے غم میں پیغامِ صد بقا دے　　مُردہ دلِ حزیں کو اعجاز سے جِلا دے
چھالوں پہ دل کے اُٹھ کر مرہم ذرا لگا دے　　ہو جاؤں جس سے بیخود وہ گیت پھر سنا دے
نعرہ لگا کے "ہو" کا پھر زندگی عطا کر
مُردہ پڑی ہوئی ہے رُوحِ جمالِ مُضطر

حسینہ

اے حسینہ! مستِ حُسنِ دل نشین و دل نواز
پرتوِ برقِ جمالِ طور سرتا پائے ناز

اے سراپائے لطافت! اے نگارِ صبح رنگ
اے ستم پہ دارِ فطرت! اے بہارِ شوخ و شنگ

اے جمیلہ! نازشِ افسانۂ باغ و بہار
اے حسینہ غیرتِ ماہِ تجلی آشکار

اے سمن بر! عفتِ صد غنچہ ہائے نازنیں
اے ستم گر! شعلۂ گُل ہائے رنگیں و حسیں

اے حسیں ناطورۂ خورشید پیکر برق خیز
اے گُلِ نوخیز گُل رازِ شبابِ غنچہ ریز

اے حبابِ نازنینِ بحرِ جذباتِ شباب
اے شعارِ مہرِ عصمت بر لبِ موجِ حباب

ساحرہ! محوِ ستم کاریِ چشمِ مستِ ناز
اے طلسمِ زندگی اے خندۂ مینا گداز

مستِ زہرہ! محوِ رقصِ ناز بر چرخِ حیا
اے شبابِ موج افزائے ادائے دلربا

گیسوئے آوارہ تیرے نکہتوں کی داستاں
زلفِ عنبر آفریں میں اک گھٹا نکہت فشاں

اک دھواں تھا آہ کا جو زلف کا قرین گیا
میری اُلفت کا شرارہ حُسن پرور بن گیا

ہے جبینِ ماہ گوں شمعِ درخشانِ شباب
نازنیں شکنوں سے بزمِ زیست میں ہے انقلاب

چند شکنیں آہ وہ برہم زنِ نظمِ حیات
جن کی ہر جنبش میں پنہاں انقلابِ کائنات

قرص پر بلّور کے شاید خراشیں پڑ گئیں
چند تلواریں تھیں یا باہم جو آ کر لڑ گئیں

خنجرِ ابرو کی حرکت اذنِ قتلِ عام ہے
ہر ستم فرسا اشارہ موت کا پیغام ہے

ہر تحرّک جن کا وقفِ خونِ حسرت ہو گیا
ہر اشارہ جن کا پیغامِ جراحت ہو گیا

سُرخ ڈورے آنکھ میں کھنچتے ہوئے تلوار سے
قلب بسمل ہو گئے ہیں اس انوکھے وار سے

چشمِ کافر کے اشارے برق افگن ہو گئے
چند شعلے مسکرا کر برق ایمن ہو گئے

بجلیاں ٹوٹیں فضائیں برق پرور ہو گئیں
یہ تری نیچی نگاہیں نوکِ نشتر ہو گئیں

وہ نگاہیں نازنیں پتلی کا چنچل ارتعاش
وہ بلا کی شوخیاں اور وہ نگاہیں سحر پاش

بھر دیا آنکھوں میں تیری کس نے کُندن کُوٹ کر
گر رہی ہیں بجلیاں ساحر فضائیں ٹوٹ کر

رُخ وہ آئینہ کہ جس میں موجزن بحرِ شباب
آنکھ کی جنبش سے لرزیں ٹوٹ کر تابِ شہاب

وہ سپیدی صبح کی، سُرخی تہِ دامن لیے
وہ گلابی موج اِک رنگینیِ گلشن لیے

خالِ نازک رُخ پہ ہے اِک نقطۂ پرکارِ حُسن
مجتمع ہیں زیرِ دامن جس کے کُل انوارِ حُسن

یہ تماشائے عجب بھی کیا تحیّر خیز ہے
ہے سیہ نقطہ مگر کتنا یہ جادو ریز ہے

تیرے لب ہائے درخشاں خندہ زن ہونے لگے
اِس اثر سے کہ وہ صحرا بھی چمن ہونے لگے

جگمگاتے چند تاروں کی لڑی لب میں نہاں
مسکراہٹ کہہ رہی ہے موتیوں کی داستاں

قطرۂ شبنم پرو کر کس نے لڑیاں گوندھ لیں
غنچۂ لب پر سحر کی اوس سے چھینٹیں پڑیں

وہ زنخداں بقعۂ نور و شرار برقِ طور
قمقمہ وہ یعنی عکسِ حجلۂ خورشید نور

سبز ساری پردہ دارِ پیکرِ رنگیں جمال
سرخ پیشانی کا ٹیکا نازکی صد خیال

آہ یہ حسنِ منزّہ اور یہ معبد کی فضا
جھک گیا ہے جبین پیشانی کے آگے تبکدہ

آہ اندازِ نیازِ عشق اے صد جانِ ناز
یہ ترا طرزِ پرستش اُف یہ آنکھیں گداز

اوج پر پہونچے نہ دیوی کا مقدر آج کیوں
حسن جب قدموں میں اسکے یوں پڑا ہے سرنگوں

معصوم جادو

اک حورِ صحرا معصوم صورت
اک حسنِ سادہ، روحِ ملاحت

اک شوخ جلوا، کیفِ لطافت
اک نورِ رعنا، جانِ نزاکت

تیر یکِ جنت سادہ نگارا
بوئے نزاکت نازک ستارا

آنکھوں کی گردش، مخفی قیامت — پُر کیف رنگت، ساری گلابی
پُتلی کی تابش، تاروں کی طلعت — صبحِ قیامت، رُخِ آفتابی
پلکوں کی لرزش، حُسنِ نزاکت — مخمورِ اُلفت، آنکھیں شرابی
قدموں کی لغزش، کیفِ محبّت — شانِ نزاکت، لب ماہتابی
لب کا تبسّم گُلریز و گُل چیں — سادہ ادائیں ممنونِ عفّت
گُلِ ریز و گُل چیں رنگیں و زریں — رنگیں نگاہیں مرہونِ عصمت
ہاتھوں میں پہنے پھولوں کے کنگن — گیسوئے پیچاں، جنّت کی خوشبو
عارض کے جلوے تکمیلِ ایمن — برقِ پریشاں، نظروں کے جگنو
پُتلی کے شعلے صد برقِ روشن — آیا کہاں سے یہ مست آہو
معصوم عشوے، جذبوں کے رہزن — یہ حُسنِ خنداں حورِ لبِ جو
مخمور چتون محوِ جراحت — برقِ ادائیں آنِ نسائی
بل دار گردن پھولوں کی جنّت — کیفِ حیا میں شانِ نسائی

محوِ جراحت، پلکوں کے نشتر
وقفِ قیامت، بدمست ٹھوکر
ہونٹوں میں جنّت، پہلو میں گاگر
اُف یہ قیامت، دامانِ جُو پر

یہ جُرم صحرا کفرِ لبِ جُو — دیکھا جمالہ معصوم جادو

نغمۂ یاس

(جھولے میں ایک غم نصیب عورت کے جذبات)

ہائے اپنا دردِ دل اے سکھی میں کیا کہوں
چُپ رہوں کہ میں کہوں
سوچتی ہوں چُپ رہوں دل پہ بارِ غم سہوں
غم سہوں میں چُپ رہوں

آ گئی بہار پھر چھا رہی ہیں بدلیاں
ہلکا ہلکا سا دھواں
برسیں سبزہ زار پہ ننھی ننھی بوندیاں
مثلِ سطرِ کہکشاں

برگ و بار سبز ہیں شاخسار سبز ہیں
مرغ زار سبز ہیں
عکسِ سبزہ زار سے جوئبار سبز ہیں
کوہسار سبز ہیں

ہر طرف ہے اک سماں دلکش و لطیف تر
مستِ کیف ہے نظر
جھوم جاتی ہے صبا! کیفیات سبزہ پہ
پتیوں میں ہیں گہر

چار طرف باغ میں جھولنے کی ہے بہار
ڈالیاں ہیں بے قرار
جھولنے کے وزن سے جھومتے ہیں شاخسار
پتیاں ہیں کیف بار

آہ یہ سہیلیاں کیفِ زندگی سے مست
مست اور طرب پرست
جھولنے میں شاخ کا یہ حسیں فراز و پست
ڈوریاں بہار دست

چمپئی ہتھیلیاں مہندیاں رچی ہوئی
حسن میں ڈھلی ہوئی

گورے گورے پاؤں میں سُرخیاں کھلی ہوئی　انکھڑیاں جُھکی ہوئی
موتیا کے مست ہار نازشِ گلو ہوئے　زخمِ دل رفو ہوئے
آہ یاسمن کے پھول آج سُرخرو ہوئے　جانِ آرزو ہوئے
آہ یہ سہیلیاں مستِ عیش زندگی　نو بہارِ خرّمی
عشرتِ شباب میں اک شبابِ تازگی　بے خود طرب کشی
نشۂ شراب میں اُن کے راگ ہیں ڈھلے　گُل فروش قہقہے
جیسے صحنِ باغ میں بُلبلوں کے چہچہے　ہر نظر میں ہوں بھرے
ان کو کیا خبر کہ میں کس لئے اُداس ہوں　پیکرِ ہراس ہوں
کشتہ ستم ہوں میں اک شہیدِ یاس ہوں　یا الم شناس ہوں
پھول کیا کھلیں گے آہ اس گھڑی پاس ہیں　زرد اور اُداس ہیں
ڈوبتا ہے ماہِ غم اس شبِ ہراس میں　آشنا ہیں پاس ہیں
آہ جس کے ذوق میں حُسن کا نکھار ہو　چشمِ پُر خمار ہو
جس کی جانِ آرزو چشمِ سُرمہ بار ہو　حُسنِ نو بہار ہو
جس کی دید کیلئے زلف کی بہار ہو　موتیا کا ہار ہو
مہندیوں کی سُرخیوں سے ہاتھ رنگ بار ہو　پاؤں لالہ کار ہو
وہ نظر ادھر نہیں وہ نگاہ ہے کھنچی　کس بلا کی بے رخی
اک وبالِ جان ہے آفت وہ نگاہ تھی　سینہ سی تو پھر گئی

جس پہ دل فدا کیا اُس نے اُف یہ قدر کی　　یہ خوشی مجھے ہوئی
رات دن پرو ڈلیں ہیں موتیوں کی اک لڑی　　ذرّۂ آبِ اشک کی
وہ جہاں کہیں رہے دل وہیں بہل گیا　　جی وہیں مچل گیا
مجھ غریب کا یوں ہی غم میں دل پگھل گیا　　دل کا خون ڈھل گیا
کس سے جی لگاؤں میں آن سے جی لگا چکی　　جان تک گنوا چکی
رات دن فراق میں سیلِ غم بہا چکی　　موت بھی نہ آ چکی
ایک پر فدا ہوئی اور کس پہ جان دوں　　کس پہ دل فدا کروں؟
شمع میری ایک ہے ہائے جس کے گرد ہوں　　کوئی یہ کہے کہ کیوں؟
وہ عزیزِ زندگی دل کہیں لئے پھرے　　چاہے حسنِ جان دے
یہ دلِ حزیں مرا بس یوں ہی حزیں رہے　　اور وہ دل نشیں رہے
یہ شباب تو یوں ہی غم نصیب ہو گیا　　پھول ایک تھا کھلا
کھل رہا تھا آہ جو کھلتے کھلتے رہ گیا　　سوکھ کر ہے زرد سا
اور تم سہیلیو راگ گائے جاؤ گی؟　　غم بڑھائے جاؤ گی!
میرا سوزِ زندگی تم یوں ہی بڑھاؤ گی؟　　اشکِ خوں رلاؤ گی؟
بس یہ اشکِ غم چکاں میرا ایک گیت ہے　　جھومنے کے واسطے
گاؤں گی یہ گیت میں دل کے درد و کیف سے　　سیلِ غم میں ڈوب کے

حورِ آرزو

(ایک تصویر کو دیکھکر)

سوئے چمن وہ سیم بر — اس طرح آئی بے خبر — یا شب میں جنّت کے چمن — ہونے لگے غنچہ فگن
جیسے صبا وقتِ سحر — جھومے بساطِ سبزہ پر

لب نازنیں باریک تر — یا شذرۂ قرصِ قمر
روشن ہے روئے ارغواں — اک پیکرِ حسنِ رواں — سرخی کا عالم دیکھکر — لگتی ہے پھولوں کی نظر
آنکھوں میں میخانے نہاں — گیسو میں کالی بدلیاں

دانتوں میں ہیروں کی جھلک — کچھ موتیوں کی سی چمک
عارض ہے اک جنت نما — شفاف جیسے آئینہ — شبنم کے قطروں کی دمک — کندن کی نورانی جھمک
بلّور کا ترشا ہوا — کوثر کی موجوں سے دُھلا

نازک سا پنکھا مور کا — اور نازنیں دستِ حنا
یا عکس گلہائے حسیں — پانی میں لہرایا کہیں — سنبھلا نہ ہاتھوں سے ذرا — سینے سے آخر جا لگا
یا آفتابِ آتشیں — چمکا گھٹاؤں کے قریں

موتی کی اک زنجیر سی — شفاف گردن میں پڑی
زلفوں میں پھولوں کی پھبن — خم دار کاکل میں سمن — شبنم کی نازک تر لڑی — پھولوں پہ لہرائی ہوئی

کانوں میں ہیرے ضو فشاں　کوکب فشاں انجم چکاں　اس رنگ سے سوئے چمن　آئی وہ حورِ سیم تن
مرغِ نظر کا آشیاں　جیسے فضا میں بجلیاں　غنچے ہوئے خندہ زن　ہنسنے لگا سارا چمن

ساری گلابی نازنیں　لب اس کے نازک احمریں　برقِ جمال خندہ رو　تھی جس کی دل کو جستجو
رنگِ عذارِ آتشیں　مثلِ شفق سرخ و حسیں　آئی وہ حورِ آرزو　سوئے گلستاں مثلِ بو

محروم تمنّا

یاد آیا ہے کہ دل تھا مرکزِ صد آرزو　یاد آیا ہے کہ رہتی تھی کسی کی جستجو
یاد آیا ہے کہ جب تھا روح پر چھایا ہوا　جوششِ صد آرزو سے اک خمارِ جانفزا
صبح کو اُٹھتا تھا جب سر بسترِ غم دیدہ سے　آگ سینہ میں دہکتی نالۂ تفتیدہ سے
دل میں شعلے سے بھڑکتے تھے ہزاروں بار بار　خون روتی تھی تمنّا آرزو تھی سوگوار
بے کسی کا اک سماں تھا ہر طرف چھایا ہوا　دل تھا سینے میں مگر دنیا سے گھبرایا ہوا
دل کی دنیا پہ اندھیرا چھا گیا تھا یاس کا　بیٹھا جاتا تھا اندھیرے میں کلیجہ آس کا
آگ سی دل میں سلگتی تھی شرارِ آہ سے　اک قیامت سی بپا تھی نالۂ جاں کاہ سے
ڈھونڈتی تھیں ایک صورت کو نگاہیں ہر طرف　جستجو میں جا رہی تھیں دل کی آہیں ہر طرف
اٹھ دبامِ آرزو میں آنکھ جاتی سمتِ در　اور ہی عالم دکھاتا جذبِ دل پیکِ نظر

آہ پھر بابِ تخیل دفعتاً ہوتا تھا باز
اور آتا تھا نظر وہ پیکرِ صد حسن و ناز

جلوہ گر آتا نظر با کرّ و فر با عزّ و شان
بھیگی پڑ جاتی تھی ہاں بزمِ حسینانِ جہاں

زلف کی کالی گھٹائیں خم بہ خم ظلمت بدوش
قرمزی مے گوں نگاہیں سحر زا جادو فروش

میکدہ پر آنکھ کے پلکوں کی اک کالی گھٹا
پردۂ ظلمت میں بجلی سی نگاہِ برق زا

بادہ کوثر میں گویا لعلِ لب بھیگے ہوئے
اور ابروئے حسن کے سیفِ دو دم کھینچے ہوئے

اک مجسّم حسن سراپا محبت کی شراب
زندگی کا ترجمہ تفسیرِ آیاتِ شباب

دلنواز آنکھیں مری جانب بصد ناز و ادا
حسن کے جلووں سے جلوہ طور میں ڈوبا ہوا

آرزو یہ دیکھ کر بے چین ہوتی تھی بہت
ہوش اپنے شوق میں رہ رہ کے کھوتی تھی بہت

دفعتاً صد تار ہو جاتا تھا ہر تارِ خیال
اور ہو جاتا تھا غائب آنکھ سے عکسِ جمال

دل مرا وہ بسمل بدبخت وہ بیتاب دید
آہ وہ مجروح ناکامیٔ محبت کا شہید

اب یہ عالم ہے اجازت آرزو کی بھی نہیں
اب دھڑک سکتا نہیں اک شوق میں قلبِ حزیں

آ نہیں سکتی تمنا کوئی دل کے آس پاس
آرزو ہی جب نہیں کوئی تو پھر کیا فکرِ یاس

دل ہے محرومِ تمنا نامرادِ آرزو
خشک ہے وہ آنکھ جو روتی تھی راتوں کو لہو

میں ہوں ناکامِ تمنا سوگوارِ زندگی
وقفِ حسرت ہیں مرے لیل و نہارِ زندگی

میرا دل ہے بے نیازِ عشرتِ صد آرزو
میرا دل ہے مدفنِ کیفیتِ صد آرزو

پُر فضا پتوں میں کلیاں چین سے سوئیں تو کیا
ٹپکے ٹپکے اوس کے قطرے اگر روئیں تو کیا

مجھکو کیا گر اشک افشاں اب شبِ دیجور ہے
چاندنی راتوں میں دُنیا غرقِ بحرِ نور ہے

میرے دل کی حسرتیں ہیں وقفِ خاموشی تمام
آرزوؤں سے مرا دل اب ہے محرومِ دوام

اوس کے ہمراہ آنکھیں میری رو سکتی نہیں
آپ گوہر سے مرے چہرے کو دھو سکتی نہیں

آہ کی آوازِ محزوں اب نہیں آتی کہیں
چاندنی ہے دشت ہے لیکن وہ اب نالے نہیں

ہر طرف ہے اِک سکوں آتی نہیں کوئی صدا
اُف رے سنّاٹے کا عالم آہ یہ غمگیں فضا

ٹیس سے زخموں کی اب کوئی نہیں ہے بے قرار
اب فضائے دشت میں اُڑتا نہیں کوئی شرار

چاندنی میں دشت کے کونے ہیں ویراں اُداس
دم بخود بیٹھا نہیں ہے کوئی ماتم دار پاس

رو رہی ہیں حسرتیں وہ مرکزِ حسرت نہیں
بیکسی ہے نوحہ خواں وہ درد کی صورت نہیں

حسرت و ارمان کا یہ عالم جمالی دیکھنا
آرزوؤں کی مری آشفتہ حالی دیکھنا

تیری محبت

تجھ کو اپنے نافۂ گیسوئے پیچاں کی قسم
تجھ کو اپنے خم بہ خم زلفِ پریشاں کی قسم

تجھ کو اپنے سرمۂ چشمِ غزالیں کی قسم
تجھ کو اپنے جلوۂ شیریں و رنگیں کی قسم

تجھ کو اپنے عارضِ گُل ریزِ خنداں کی قسم
تجھ کو اپنے نغمۂ چاہِ زنخداں کی قسم

تجھ کو اپنے سُرخ ہونٹوں کے تبسم کی قسم
تجھ کو اپنی مست آنکھوں کے ترنم کی قسم

تجھ کو میرے جذبۂ جوشِ تمنّا کی قسم
تجھ کو اپنے عشوۂ و اندازِ رعنا کی قسم

تجھ کو اپنی بے خودانہ بے نیازی کی قسم
تجھ کو اپنی جادو داں جادو طرازی کی قسم

تجھ کو اپنے مضطرِ شوریدہ غم کی قسم
تجھ کو اپنے وحشیٔ گیسوئے برہم کی قسم

تجھکو تیری ہی قسم ہے میرا حالِ زار سُن
داستانِ درد تاریخِ دلِ بیمار سُن

تیری اُلفت مرہمِ زخمِ دلِ مجبور تھی
تیری اُلفت روح و جانِ مضطر رنجور تھی

تیری اُلفت خانۂ تاریک کی تھی روشنی
تیری اُلفت میرے دل کو برق کوہِ طور تھی

تیری اُلفت کا مغنّی تھا ہر اک سازِ نفس
نام لیتی تھی ترا اک تحریک آوازِ نفس

تیری اُلفت تھی مرے دل کیلئے بوئے شراب
ہر نفس جسکی خوشبو سے تھا مدہوش و خراب

تیری اُلفت دل میں تنہا رازدارِ درد تھی
تیری اُلفت ایک واحد غمگسارِ درد تھی

اُس نے دیکھی ہیں لہو آمیز راتیں ہجر کی
اُس نے دیکھی ہے مرے احساس کی آشفتگی

چھیڑتا تھا جب کبھی فرقت میں دل سازِ جنوں
سوزِ حسرت میں وہ ہو جاتی تھی ہم رازِ جنوں

اونگھنے لگتے تھے تارے جب خمارِ خواب سے
تیری اُلفت جاگ اُٹھتی تھی کنارِ خواب سے

سینکڑوں کلیاں چٹکتیں تھیں نمو کے جوش میں
تیری اُلفت مُسکراتی تھی مری آغوش میں

سبزہ مست انگڑائیاں لیتا تھا جب برسات میں
تیری اُلفت مُسکراتی تھی مرے جذبات میں

چاندنی راتوں کی کیف آگیں تجلّیات میں
تیری اُلفت نور تھی غم خانۂ جذبات میں

برف باری شب سرما کے ٹھنڈے نور میں
تیری اُلفت آتشِ روشن تھی دل کے طور میں

الغرض تیری محبّت تھی مرا سرِّ حیات
کائنات اُلفت تھی مجھکو تیری اُلفت کائنات

آہ اب کیونکر سناؤں یاس کا یہ ماجرا
کس طرح الفت کو تیری مجھ سے پھر لوٹا گیا

اب تو میری ہر نظر حسرت کا اک پیغام ہے
دل کا داغِ یاس اب رشکِ چراغِ شام ہے

رخصت اے صبحِ جمالِ آرزوئے تشنہ کام
السلام اے مرکزِ حسنِ تمنا السلام

رامائن کا ایک ورق

مکالمۂ رام و سیتا

"رامچندر جی"

کنول کے پھول سے بھی ہو کہیں تم نازنین سیتا
تمہیں لیجاؤں جنگل میں! تم اس قابل نہیں سیتا

تمہارے پاؤں کی یہ نرم و نازک انگلیاں سیتا
کہاں یہ پھول اور صحرا کی وہ ریگِ طپاں سیتا

تمہارے سیج پر کلیاں چنبیلی کی ہیں چادر میں
وہاں کانٹے چبھیں گے دم بدم جسمِ منور میں

یہ فرشِ مخملیں جس پر یہاں تم پاؤں رکھتی ہو
ادھر بچھتی ہیں آنکھیں جس طرف سے تم گزر جاؤ

وہاں کانٹے بچھے ہونگے تمہاری راہ سنگیں ہیں
چبھیں گے خارِ صحرا ہائے کیسے پائے رنگیں میں

یہاں یہ قصرِ جنت آفریں تم حور ہو جس کی
وہاں چھپر کا سایہ بھی نہ ہوگا میری شہزادی

پڑیں گی بارشیں جس وقت اب اس کا بیاں کیا ہو
بھلا کس طرح تم برداشت کر لوگی بتا دو تو

کڑی جب آگ جیسی دھوپ ہوگی سخت گرمی کی
کہاں پیڑوں کے سایہ میں بھلا تم چھپ کے بیٹھوگی

وہ ٹھنڈی برف جیسی رات ہوگی جبکہ جاڑوں کی
گوارا کس طرح کر لوں کہ تم سردی میں سکڑو گی

ہزاروں یہ کنیزیں دست بستہ ہیں جو خدمت میں
ہمہ تن رات دن مصروف ہیں سامانِ راحت میں

نہ جانے کیسی مشکل ہو کہاں جنگل میں جاؤ گی
وہاں کے اینٹ پتھر آہ تم کیوں کر اٹھاؤ گی

یہ ہیرے آج جو زینت ہیں اس جسمِ منور کی
بھلا جنگل میں ہوگی قدر کیا ان بیں جواہر کی

لباسِ بیش قیمت جسمِ رنگیں سے اتارو گی
رہے گی پھول سے تن پہ گراں کھدر کی اک ساڑی

سہیلی تم وہاں ویرانہ میں کس کو بناؤ گی
بھلا ہنس بول کر کس سے ذرا دل کو لگاؤ گی

نہ جاؤ ساتھ تم میرے یہ ضد اچھی نہیں سیتا
کہاں جنگل کی سختی اور کہاں یہ نازنیں سیتا

کہاں محلوں کی شہزادی کہاں صحرا کی دشواری
کہاں مسکن مصائب کا کہاں یہ نازنیں دیوی!

"سیتا جی"

سر آنکھوں پر تمہارا حکم ہے میرے پتی مجھ کو
یہاں زندہ رہوں گی کس طرح کچھ یہ تو بتلاؤ

نہ درشن ہوں گے جب ہر صبح اس رُخِ منور کے
کٹے گی زندگی کس طرح اس بدبخت سیتا سے

اگر تم ہو وہاں تو پھر مجھے جنگل میں منگل ہے
مجھے پھولوں سے بڑھ کر ہیں لہو آشام وہ کانٹے

یہی ہو جائے گی عزت میرے عہدِ جوانی کی
کروں گی رات دن جنگل میں میں سیوا سوامی کی

رہو تم جا کے جنگل کی جھنوں پہ دانہ دنیا میں
مجھے کس طرح چین آئے گا قصرِ لالہ افزا میں

رہوں پھولوں میں میں اور ہو تمہاری سیج کانٹوں پر
مجھے مل جائے گو نہ قبر کا اس سے یہ ہے بہتر

کڑی دھوپوں میں تم جلتے رہو محلوں میں میں بیٹھوں
خدایا ایسے جینے سے تو میں بن موت مر جاؤں

پڑے بارش تمہارے سر پہ میں ہوں قصرِ عشرت میں
اُٹھاؤ برف سی سردی میں سوؤں خوابِ راحت میں

رہے سیتا تو یوں آرام سے اور رام مشکل میں
بھنور میں تم پھنسو جا کر رہوں میں خشک ساحل میں

وہ تپتی ریگ ہوگی نرم فرشِ مخملیں مجھکو
مرصع چھت سے بڑھکر ہوگا چرخ نیلمیں مجھکو

اگر کانٹوں پہ بستر ہوگا میں راحت سے سوؤنگی
یہاں تو فرشِ گل پہ شمع بنکر جان کھوؤنگی

نہ ہونگی گر کنیزیں تو کنیز اپنی بنوں گی خود
ہر اک دشوار محنت پوری ہمت سے کروُنگی خود

میرا زیور میرا سرتاج ہے میرے پتی مجھکو
اسی کے دم سے ہے جنت بداماں زندگی مجھکو

سہیلی اپنی میں جنگل کی چڑیوں کو بناؤں گی
سحر کی بلبلوں کی ہو کے ہم آہنگ گاؤں گی

سُنوں گی سازِ صحرا میں میں کوئل کے حسیں نغمے
میں چشموں کے کنارے بیٹھکر کھیلونگی موجوں سے

یہاں گر میں رہی تو چند دن کا اور ہے جینا
نہ پاؤگے کبھی صحرا سے آکر تم مجھے زندہ

پتی! دُنیا ہو تم میری شہنشاہی ہو تم میری
کہ لعل و گوہر و زر سے مجھے اب ہوگئی سیری

نہ ہو تم ہی تو بکھرانِ موتیوں میں کیا دمک ہوگی
تمہارے دم سے ہیں ساری بہاریں میری دُنیا کی

کہیں گے پھول تو کانٹے مرے سینہ میں کھٹکیں گے
کرینگی بُلبلیں نالے لگیں گے دل میں چرکے سے

خدا کے واسطے ایسا ستم مجھ پر نہ تم توڑو
مجھے ہجراں نصیبی کے لئے تنہا نہ تم چھوڑو

محبّت کی فتح

محبّت میں تو تم نے مجھ سے سیتا جیت لی بازی
چلو ہمراہ میرے سوئے صحرا میری شہزادی

محبّت نے تمہارے دل کو ایسی تقویت بخشی
مُصیبت کوئی تم کو کچھ مُصیبت ہی نہیں لگتی

محبت نے کیا صیقل تمہاری تابِ عصمت کو — محبت نے منور کر دیا بھولی طبیعت کو
گذر جائیں گی صدیاں نام ہوگا پر ترا زندہ — ترا نقشِ وفا چرخِ وفا پر ہوگیا کندہ
کریں گی تیری اس اُلفت کا باہم بلبلیں چرچا — ہنسیں گے پھول تیرا نام سنکر صبحدم سیتا
دیا تم نے مجھے وہ آج پیغامِ وفاداری — کہ اک کیفِ محبت روح پر میری ہوا طاری
وفا کا نقش ایسا مرتسم ہے شیشۂ دل پر — کہ سینہ میں میرے اٹھتا ہے اک شعلہ سا رہ رہ کر

چلو جنگل کو جنت اپنی اُلفت سے بنا دینگے
وفا کا گیت دونوں مل کے صبح و شام گا ئینگے

چوڑیوں والی[1]

زرینہ "لیجیے، کل کا تو دن ہوگا یقیناً عید کا — چوڑیوں والی کا پر ابتک نہیں کوئی پتا
اے بوا نرگس گئی تھیں اسکے گھر تم یا نہیں؟ — گھر پہ تھی موجود یا باہر گئی تھی وہ کہیں"

نرگس "اے لو چھوٹی بی! ابھی تو میں وہاں سے آئی ہوں — اسکی لڑکی پر تقاضا خوب سا کر آئی ہوں
کہدیا ہے آتے ہی پہلے یہاں بھیجے اسے — وہ بڑی کو ٹھی پہ پہنانے گئی ہے دیر سے
لو عمر ہو گی بڑی وہ آ گئی خود ہی یہاں — اے بوا اسلمہ! لگائی دیر اس درجہ کہاں؟
پہلے پہلے اور گھر تم کو نمٹنا فرض ہیں — کیا زیادہ اور سب دیتے ہیں جانے تمہیں"

---

[1] تمام محاورے خالص نسوانی زبان میں ہیں، اس کو ملحوظ رکھا جائے۔

سلمہ "میں تو پہلے صبح آنے کو یہاں تیار تھی ٹوکری میرے اُٹھاتے ہی سلیمن آ گئی
لے گئی بس وہ زبردستی سے مجھکو کھینچکر ڈپٹیائن جا رہی تھی اپنی ہمجولی کے گھر"

ٹوکری رکھدی نواڑی اک کھٹولا کھینچکر بیبیاں سب گرد آکر ہوگئیں اِدہر اُدہر
"نرگس و بنو" کبھی دونوں دوڑی دوڑی آگئیں چھوکری بنو نے جھککر چوڑیاں کچھ کھینچ لیں

بنو "خوب آہا وضع ہے کیسی اچھی دیکھنا ہلکا ہلکا رنگ آیا ہے سُنہری کام کا"

زرینہ "اے ہے امی، بانگ ہے یہ کیسی اچھی دیکھئے ہم کو امی جان بس یہ ہی پہنوا دیجئے"

امی "بیچ میں ہو بانک اسکے فالسائی گردہو مجھ سے کیا کہتی ہو جو تم کو پسند آئے وہ تو"

شوق میں اُٹھکر زرینہ پھر مسہری پر گئی کہہ کے "بسم اللہ" سلمہ نے کھسکا دی اک لڑی
چوڑیوں کا جلد اک جوڑا سنوارا کھولکر اپنے پہلو سے اُسے صیقل کیا پھر جلد تر
چوڑیاں پہنیں تو سلمہ نے کیا جُھککر سلام پھر خوشی میں مُسکرا کر یاں کیا نے تھا کلام
بھاوجوں کو بھی ادب سے "بندگی" پھر عرض کی اور خوشی سے چوڑیاں بنو کو دکھلانے لگی
چوڑیاں بنو نے دیکھیں اور یوں کہنے لگی "چھوٹی بی پہنونگی کاہی چوڑیاں میں بھی ابھی"

امّی جان "اے بوا سلمہ یہ منہ تکنا بھلا کیا بات ہے — سامنے کب سے تمہارے یہ دلہن کا ہاتھ ہے"
سلمہ لو بتاؤ بھی دلہن پہنیں گی رنگت کونسی — چوڑیاں جب سے برابر ان کو دکھلاتی رہی"
دلہن اماں جان بس آپ خود ہی آن کر بتلائیے — آپ اپنے حسب مرضی ہی پہنوا دیجیے
امّی جان "دیکھتی کیا ہو پہنا دو یہ سنہرا اسکا مدار — چوڑیوں میں مجھ کو تو بس اسکی بھائی ہے بہار

کھول کر آہستگی سی پہنچیاں کر دیں جدا — اور سنہرے رنگ کا جوڑا مرصّع کر دیا
صندلی نازک کلائی وہ سنہری چوڑیاں — پہنچیاں اور ہلکے ہلکے وہ کڑے جادو چلا

زرینہ چھوٹی بھابی! آپ پہنیں گی بھلا اب کونسی — ہم نے اور بھابی نے سب سے اچھی اچھی چھانٹ لی
بھابی میں بھی جوڑا یہ سنہرا ہی پہن لوں اماں جان — "ہاں دلہن یہ ہی پہن لو تم ادھر آکر یہاں"
سلمہ واہ واہ کیا خوب ہے! انکی تو رنگت سرخ ہے — ہلکی ہلکی یہ گلابی چوڑیاں پہنائیے
کیوں دلہن ہلکی گلابی چوڑیاں پہنو گی تم — "ہاں بوا سلمہ! سر آنکھوں پہ تمہارا ہے حکم"
صاف اور شفاف مرمر سی کلائی وہ گداز — ہلکی ہلکی وہ گلابی چوڑیاں جادو طراز
چوڑیوں پر بندکیاں گہرے سنہری رنگ کی — جس طرح شبنم کے قطروں میں کرن کی روشنی
ساس کو اور چوڑیوں والی کو جھک کر سلام — ناز سے اٹھتی مسہری سی عروس لالہ فام
جھک کے پھر یوں نے ہاتھ اپنے بڑھائے سامنے — اور کلائی چوڑیاں پہنیں سرور و شوق سے
امّی جان اے بوا سلمہ حساب اپنا ذرا اب ختم کر دو — مجھ کو دو صندوقچی بٹو ذرا تم لا کے تو؟

زرینہ — لے ہو امّی جان پہنیں آپ خود بھی تو ضرور
فالسائی رنگ کی ڈلوایئے دو دو ضرور

امّی جان — "لے زرینہ! میری تو اچھی بھلی ہیں چوڑیاں
اب بڑھاپا آگیا باقی وہ دلچسپی کہاں

سلمہ — "واہ بیگم آپ کا دائم رہے قائم سہاگ
دم قدم سے آپ کے گھر کو لگے ہیں سارے بھاگ

ان پرانی چوڑیوں کو خیر سے بدلایئے"
مت زیادہ کیجیے بس دو ہی دو ڈلوایئے

لے لو برسوں میں تو اک تہوار ہوتا ہے یہاں
"اس میں بھی پہنے رہینگی یہ پرانی چوڑیاں"

دُلہن — "ہاں ہاں امّاں جان اب جلدی پہن بھی لیجیے
بس ہماری ہی خوشی سے آپ ایسا کیجیے

امّی جان — لو بوا سلمہ پہنا دو لڑکیاں سر ہو گئیں
ہو خوشی ان کی مکدر دل نہ ہو جائیں کہیں"

پہنیں امّی جان نے دو دو فالسائی چوڑیاں
جوش میں ہم تو نے ہنس ہنس کر بجائیں تالیاں

لاکے صندوقچی تپائی پر پٹک دی زور سے
پانچ سکے اُٹھ کے امّی جان نے سلمہ کو دیے

پانچ دیکھے تو ہوئے سلمہ کے تیور پُر شکن
سوچتی سی رہ گئی مُٹھی پہ رکھکر وہ دہن

امّاں جان — "جاؤ بھی بس اب بوا سلمہ کرو تم یوں نہ غور
مل گیا بیجہ تمہیں کیا چاہیے اب تم کو اور؟

سلمہ — لو بوا تہوار کا دن ہیں نہ لیتی یہ کبھی،
خیر اب جاتی ہوں میں پھر اور آئندہ سہی

شہیدِ محبت

عرب کی نازنینہ حور طلعت ماہ پارہ ہے
لطیفہ حُسن کے افلاک کا روشن ستارہ ہے

نگاہِ ناز کی جنبش پیامِ صد قیامت ہے
سکوتِ خنجرِ ابرو نکمدانِ جراحت ہے

گھنی پلکوں نے چشمِ مست کی مستی بڑھائی ہے
گھٹا سی اک بساطِ چشمِ کوثر پہ یہ چھائی ہے

چمکتی پتلیوں میں بجلیوں کی تاب افزائی
طلسمِ بےخودی ہے دلربا آنکھوں کی گہرائی

جبینِ نور افزا سے قمر چمکے فضاؤں میں
نسیمِ زلف نے پھیلائی عطریت ہواؤں میں

دُرِ دنداں کی تابش سے ہوئی تخلیق تاروں کی
رُخِ روشن سے سُرخی پھوٹ نکلی ہے بہاروں کی

جراحت ہیروں کی ہونٹوں کے تبسم پہ جھلکتی ہے
نظر کی جوت سے رخسارِ عالم پہ تجلی ہے

حسیں آنکھوں کی نہ میں بجلیوں کا سا تماشہ ہے
قیامت در قیامت اسکا یہ رنگین سراپا ہے

ہوئے رفتار پر صدقے ہزاروں فتنۂ محشر
نسیمِ صبح نے سیکھے چلن شوخی کے آ آ کر

نمودِ حُسن کی زینت ہے ملبوس معطر سے
ہے زیبائش ستاروں کی شعاعِ لعل و گوہر سے

لطیفہ جانِ واصف ہے تو واصف جان لطیفہ کی
خدا نے اپنے ہاتھوں سے بنائی عشق کی جوڑی

محبت ان کی آنکھوں میں مسلسل مسکراتی ہے
وفا ان کے دلوں کی شوخیوں میں جگمگاتی ہے

محبت شمع ہے پروانۂ اُلفت ہیں یہ دونوں
غرض باہم عجب دیوانۂ اُلفت ہیں یہ دونوں

محبت نے دلوں کو کر دیا ہے بےخبر اتنا
نہیں کچھ ہوش ان کو اپنی جان و دین و ایماں کا

بس اک پیمانِ اُلفت ہی شبابِ زندگی ان کا
نظر سے ان کے جاری ہے وفا کا ایک سرچشمہ

لطیفہ کے مقدر نے اچانک ایک گردش کی
نظر میں اس کی دُنیا ہو گئی تاریک تر ساری

فلک نے دستِ ظلم و جور اس گلشن پہ یوں پھیرا
فنا کی گود میں واصف ہوا اک روز پوشیدہ

انیسِ زیست نے عہدِ وفا سے اپنا مُنہ موڑا
لطیفہ رہ گئی دُنیا میں بالکل یکہ و تنہا

بجھی شمعِ فروزاں اور پروانہ رہا سوزاں
فسردہ گُل ہوا بلبل چمن میں رہ گئی نالاں

تڑپتی لوٹتی تھی اور لطیفہ بلبلاتی تھی ... یہ قسمت کی شرارت تھی کہ کچھ بھی پیش آتی تھی
نظر میں ہر گھڑی محبوب کا جلوہ سمایا تھا ... نگاہوں میں تجلی خیز تھا رخ اپنے واصف کا
نظر جس سمت کرتی روئے واصف پر ٹھہرتی تھی ... وہی تنویر واصف کی زمانہ میں نظر آئی
تصور میں وہی تصویر تھی دل میں وہی جلوہ ... نگاہوں میں وہی پیکر رہا آنکھوں کا سرمایہ
ہوا دل کو میسر اس بلا کا قرب روحانی ... لطیفہ نے نہ کی محسوس اک لمحہ کو تنہائی
وہی لمحاتِ رنگیں تھے وہی ایامِ شیریں تھے ... تصور دورِ ماضی کے دلِ غمگیں کی تسکیں تھے

گزرتا دن اسی ہنگامۂ ذوقِ تصور میں ... جو ہوتی شام تو اٹھتی لطیفہ یادِ شوہر میں
بناتی اپنے گیسو وہ سجاتی زلف کے لچھے ... منور جسم پر کھلتے معطر بہترین کپڑے
حسین و بیش قیمت زیورات شوخ سج جاتے ... نظر میں ماند پڑ جاتے مہ و خورشید کے جلوے
سنور کر دے کے اک تازہ جلا حسنِ درخشاں کو ... روانہ ہوتی وہ دیوانہ دشتِ گورِ غریباں کو
سرِ تربت وہ گھنٹوں بے خود و دیوانہ رہتی تھی ... خرد اور ہوش کے احساس سے بیگانہ رہتی تھی

فضائے وقت پر طاری ہوا محشر کا سناٹا ... سیاہی رات کی پھیلی اندھیرا دہر پر چھایا
فضا میں ہر طرف طاری اندھیرا ہی اندھیرا ہے ... خموشی رات کی تاریکیوں پر اک اضافہ ہے
صدا کچھ گیدڑوں کی دل کی دھڑکن کو بڑھاتی ہے ... کبھی کتوں کی چیخوں سے فضا لغزش میں آتی ہے
خموشی رات کی ہو، کا سماں جنگل کی ویرانی ... یہ قبرستاں کا عالم اور یہ دل کی پریشانی
پڑے ہیں ڈھیر مٹی کے خموش و جامد و ویراں ... یہ قبرستان ہے یا رب کہ ہے حسرت کا اک طوفاں
کلیجہ منہ کو آتا ہے جگر سے چیخ اٹھتی ہے ... ہر اک سانس آکے سینے میں غبارِ غم سے گھٹتی ہے

یہ کتنا دل شکن جاں سوز حسرت زا نظارہ ہے — کہ نقشِ آرزو ہر خاک کے تودے پہ کندہ ہے
اسی عالم میں شاعر "اصمعی" موقع پہ آتا ہے — قدم رکھتے ہی تاریکی میں، شاعر لڑکھڑاتا ہے

فضائیں چپ ہیں، چھایا ہوا ہے دورِ مایوسی — نگاہیں "اصمعی" کی منظرِ حسرت میں ہیں ڈوبی
ٹھہرتا ہے کبھی خاموش قبروں کی خموشی سے — کبھی ڈرتا ہے وہ منظر کی اس عبرت نیوشی سے

کبھی نظریں فلک پر ہیں کبھی نیچی نگاہیں ہیں — لبِ شاعر میں پنہاں چند درد انگیز آہیں ہیں
اچانک وہ ٹھہر جاتا ہے اور تکتا ہے حیرت سے — کہ گورستاں میں سوزِ عاشقی کا اک تماشہ ہے

خموش اک قبر ہے مٹی کا تودا ڈھیر خاکی سا — پڑے ہیں پھول تازہ تر مثالِ اشکِ غم افزا
سرِ تربت ہے اک رنگیں حسینہ ماہ پارہ سے — تجلی نظر سے جس کی روشن ہر ستارہ ہے

وہ حسنِ دلربا جس کی جھلک سورج کو شرمائے — رُخِ روشن سے جس کے ماہِ انور ماند ہو جائے
تجلی وہ کہ جس کی روشنی سے زندگی چمکے — کچھ ایسی ضو کہ جس سے آنکھ میں تنویر سی آئے

عجب حسرت سے سر تربت پہ رکھ لیتی ہے رہ رہ کر — گرے ہیں اشک تربت پر ہزاروں آہ بہہ بہہ کر
نظر اک دم اٹھی شیریں حسینہ کی جو آہٹ سے — اچانک دو جواں آتے ہوئے نزدیک سے دیکھے

کیا گھبرا کے سر آنچل میں چادر کھینچ لی رُخ پہ — نکالا جلد گھونگھٹ ہو گئی پوشیدہ در چادر
تعجب سے پریشاں ہو گیا یہ نوجواں شاعر — بصد حیرت حسینہ سے کیا رُک کر سوال آخر

کہ پرسشِ حالتِ غمناک کی کیسے کروں تجھ سے — نہیں جرأت کہ چہرہ اس طرح تو نے چھپایا ہے
لطیفہ نے جھکا کر سر کہا اندازِ حسرت میں — نہ کیجے پرسشِ حالِ تمنا ایسی غربت میں
نہ پوچھو کون ہوں؟ میں ہوں اک امانت قبر والے کی — کہ دستِ خاک میں ہے رہن میرا پیکرِ خاکی

پڑا ہے گو ہمارے درمیاں مٹی کا اک پردا
مگر مجھ کو نظر آتی ہے نگراں چشمِ اُلفت زا

زماں ہا زیست میں ہیں جسقدر رکھتی اس سے شرماتی
ہے اسکی خاک سے بھی آجتک مجھکو حیا آتی

خجل ہو کر ندامت سے روانہ ہو گئے شاعر
ہوئے نظروں سے پوشیدہ درختوں میں چھپے آخر

لطیفہ نے جو پائی پھر وہی تسکینِ تنہائی
خموش انداز حسرت میں یہ غم کی راگنی گائی

"کہاں ہونٹوں میں طاقت ہے جو بیاں ہو داستاں میری
کلیجہ تھام لے بلبل اگر سن لے فغاں میری

کہاں یہ تاب مانی کھینچ لے تصویرِ غم میری
کہاں وہ آنکھ ہے دیکھے جو چشمِ پُر الم میری

مرے محبوب میرے دلنواز و دلربا شوہر
سراپائے محبت جانِ اُلفت عشق کے پیکر

تمہاری زندگی میں جسم و جاں سے تھی مجھے اُلفت
تمہارے بعد ہے جانِ تمنا خاک کی تربت

سنور کر نوعروسانہ ادا سے روز آتی ہوں
میں اس خاکی لحد کو حسن کے جلوے دکھاتی ہوں

وہ ملبوس معطر جن سے تم کو خاص رغبت تھی
نگاہوں میں تمہاری جن سے یک گونہ مسرت تھی

وہ زیور جن کو چشمِ شوق سے تم نے نوازا تھا
وہی ہے عطر جسکو تم نے حسبِ دل بتایا تھا

نظر آتی ہے مجھ کو وہ نگاہِ شوق یاں بینا
لبوں پر ہے تبسم کی جھلک سے روشنی پیدا

مجھے اس خاک سے بوئے وفا رہ رہ کے آتی ہے
مشامِ زیست کو جس سے مرے کچھ کچھ تسلی ہے

یہاں کے ذرہ ذرہ میں ہے اک تسکینِ روحانی
یہاں کے گوشہ گوشہ میں ہے اک تمکینِ روحانی

ہوا جب سرسراتی ہے صدا نغموں کی آتی ہے
وفا کے گیت سازِ غم پہ میری روح گاتی ہے

اسی تربت کو سمجھا ہے سہاگ اپنا لطیفہ نے
اسی آئینہ میں پھر تم کو ہے دیکھا لطیفہ نے

میری آنکھوں سے جب اس خاک کے ذرات ملتے ہیں
چمن زارِ تمنا میں ہزاروں پھول کھلتے ہیں

ہوا پھر "اصمعی" حاضر جو دربارِ خلیفہ میں
سُنائی شاہ کو اِک نظم اِس حالِ لطیفہ میں

شہِ عالی نے سُنکر سر جُھکایا سخت حیرت میں
دلِ عالی ہوا غرقاب بحرِ یاس و حسرت میں

زہے تقدیر ایسی پاؤ فا بیوی میسر ہو
خوشا بختے! اگر حاصل مجھے وہ حورِ انور ہو

کئے افسر روانہ دے کے درہم دس ہزار اُنکو
تحائف اور زر و نقد و جواہر بے شمار اُنکو

لطیفہ کے چچا کو مہر کا حق اُس نے بھجوایا
لطیفہ کو بصد تعظیم و عزت یاد فرمایا

چچا نے جب سُنا یہ التماسِ عزتِ شاہی
عروسِ ناز باصد کرّ و فر فوراً روانہ کی

بڑھی اُس کی سواری یا ہزاراں بہجت و شادی
نظر آنے لگی دُنیائے صحرا میں بھی آبادی

تجمّل سے خوشی کے شادیانے بجتے جاتے تھے
غلامانِ سبھی جوشِ طرب سے مُسکراتے تھے

نہایت شان سے لیکر دُلہن خادم روانہ تھے
محافہ کے جلو میں تھے ہزاروں فوج کے دستے

مسرت سے قدم اُن کے نہ رُکتے تھے کہیں اِک دم
شعاعِ فتح و نصرت سے چمکتی تھی جبینِ عَلم

ذرا دیکھیں مگر کیا حال ہے غمگیں لطیفہ کا
محافہ میں پڑا ہے بُت کوئی شاید یہ پیکر کا

رُخِ روشن پہ اِک دُھندلی گھٹا حسرت کی چھائی ہے
لبوں پر مُردنی ہے آنکھ میں غم کی سیاہی ہے

ہے چہرہ زرد بالکل چاند جیسے صبحِ کاذب کا
اندھیرا اُس پہ کچھ کچھ انعکاسِ زلف سے چھایا

گھنی پلکوں سے موتی اشک کے جب ٹپکتے ہیں
فضائے تارِ گیسو میں دُرِ شبنم چمکتے ہیں

لبوں میں آہ کی سوزش سی ہیں کچھ آبلے پیدا
دلِ خاموش میں اِک محشرِ جذبات ہے برپا

چبھن سی دل میں ہوتی ہے کسک سی دردِ پنہاں میں
چاک کر زخمِ دل آنسو چمک آتے ہیں مژگاں میں

اُٹھا کر ہاتھ سے سر مرتعش بازو بڑھاتی ہے
وہ نازنیں پردۂ رنگیں محافہ سے ہٹاتی ہے

نظر آتا نہیں کوئی نشاں اب شہر کا اپنے — وطن کی حد سے باہر سارے باراتی نکل آئے
نکلتی چیخ ہے لب سے کلیجہ منہ کو آتا ہے — کوئی سینہ میں تیغ کند سے دل چیر جاتا ہے
نظر میں ہو گئی اندھیر دنیا آگیا چکر — مثالِ برق بستر پر گری منظر سے گھبرا کر
کہا افسوس قسمت سے دیارِ دوست چھٹتا ہے — دلِ ناشاد کا اب گلشنِ برباد لٹتا ہے
مقدر! واہ دیکھی خوب تیری ناوک اندازی — مرے مجروح دل سے آفریں تو لیگیا بازی
چھٹا واصف تو خاکِ قبر سے تھی آس جینے کی — چھٹی وہ قبر جس سے زندگانی میری باقی تھی
نہ وہ گھر ہیں نہ در ہیں وہ کوچے نہ وہ رستے — نہ وہ گورِ غریباں ہے نہ وہ غمناک سناٹے
چھٹایا مجھ کو واصف! آہ تیری خاک کے قدسے — نہیں باقی دلِ مایوس میں ارمان جینے کے
کسے جا کر دکھاؤں داغِ دل ہائے دل چیر کر اپنا — مرے زخمِ نہاں میں آہ یہ کیسا لگا چرکا
مگر ہائیں لطیفہ! کیا ہے یہ میرے تصور میں — رخِ واصف نظر آتا ہے اس غمناک منظر میں
محبت سے اٹھا کر ہاتھ وہ مجھکو بلاتے ہیں — نگاہوں ہی نگاہوں میں اشارے ہوتے جاتے ہیں
ذرا واصف ٹھہرنا! نذر اپنی جان کرتی ہوں — بڑھا نا پائے الفت اپنا سر قربان کرتی ہوں
تصور میں جھکایا سر ملیں روحیں جو باہم دو — سنبھالا بازوئے واصف نے "قربانِ محبت" کو
محافہ میں خموشی تھی الم کا ابر طاری تھا — پڑا تھا پیکرِ خاکی کوئی بت جیسے چینی کا

جمالہ! آہ قربانِ وفا غمگیں لطیفہ شد
سپہر لوحِ دلم این نقشِ الفت آہ کندہ شد

"حسینہ کے خیال میں"

رہ نوردِ عالمِ فردوس اے نازک خرام — آرہا ہے آہ رہ رہ کر لبوں پہ تیرا نام
اے حسینہ پیکرِ معصومیت تصویرِ نور — اے سراپائے لطافت سایۂ تنویرِ حور
اے مری سہیلی، اے نگارِ دل نواز — اے شبابِ تازہ تر اے غنچۂ نکہت طراز
کس طرح دل کو یقیں آئے کہ وہ تنویرِ ناز — گلشنِ فردوس کے پھولوں میں ہے الفت نواز
کس طرح مانوں حسینہ ہم سے رخصت ہو گئی — پتوں میں مرجھا گئی یوں دفعتہً نازک کلی

کس طرح سمجھوں دلِ مایوس اب مہجور ہے — وہ شگفتہ نازنیں مورت نظر سے دور ہے
دل مگر کہتا ہے کب تک یہ فریبِ آرزو — چھوٹتا ہے اب تو دامانِ شکیبِ آرزو
ٹوٹتا ہے یہ طلسم خانۂ امید و بیم — خنجرِ فرقت سے قلبِ حسرت پنہاں دونیم
اے گرفتارِ قیودِ بندشِ شام و سحر — تابکے رنگِ طلسمِ صد فریبِ منتشر
تو دۂ خاکی میں پنہاں ہے حسینہ آہ آہ — اُس منور روئے زیبا کو ترستی ہے نگاہ
اب حسینہ عالمِ فانی سے کوسوں دور ہے — شمعِ محفل سے گئی باقی خیالی نور ہے
بوئے گُل رنگِ گُل سے اُڑ گئی اب سایۂ نکہت کو دیکھ — اِس خیالی آئینہ میں محفلِ جنت کو دیکھ
یہ طلسمِ آمد و شد دیدۂ عبرت سے دیکھ — یہ بہارِ چند روزہ چشمِ پُر حسرت سے دیکھ
کس قدر عبرت فزا ہے عالمِ بحرِ سراب — ہستیٔ انسان ہے مثلِ اک حبابِ موجِ آب

موت نے لوٹا ہے راہِ زندگی کا قافلہ — ذرہ ذرہ عالمِ خاکی کا ہے صیدِ قضا
بند کر آنکھیں دلِ وحشی سے دے پردہ اُٹھا — دیدۂ بینا سے یعنی دیکھ جنت کی فضا
اِس مجازی دل فریبی سے نگاہیں دور کر — فطرتِ اصلی کی جانب پھر بڑھا تا رہ نظر
یعنی وہ فردوسِ زریں عطیۂ ربِّ عُلا — رہ نہ اوّل جنسِ انسانی کو جو حاصل ہوا
ہے سزائے معصیت یہ زندگی مستعار — جو گنہگاری نے انساں کو دکھائی ایکبار
ہم سزائے معصیت میں ہیں گرفتارِ جہاں — اسطرح ہیں رہ نوردِ زندگی غم چکاں
پاک روحیں جلد کر جاتی ہیں دُنیا سے سفر — گامزن ہیں منزلِ پنہاں کی جانب جلد تر
پُرخطا انسان دہوکے کھا رہا ہے تا بہ دیر — اِس نشاطِ عارضی سے ہو نہیں سکتا وہ سیر
مرنیوالے یاد آتے ہیں نہایت بار بار — ہیں مگر وہ عشرتِ جاوید میں عشرت گسار
صبر و استقلال مجبوری سکھاتی ہے ہمیں — پیشِ خلّاقِ دو عالم خود بہ خود خاموش ہیں
جوہرِ انسانیت ہے صبر و ضبط و خامشی — آخرش صیدِ قضا ہے چند روزہ زندگی
نو شگفتہ صبح دم کلیاں اگر مُرجھا گیئں — پتیاں پھولوں کی بھی سب شام تک کُملا گیئں

ہے عبث رنج و محن بے فائدہ ہے یہ ملال
چند دن میں یہ سفر درپیش ہے آخر جمال

مرحومہ خاتونِ اکرم کے نام

اتفاقاً رات آنکھوں میں سماں کچھ اور تھا — خواب میں پیشِ نظر جلوہ کناں کچھ اور تھا
عالمِ نظارہ تھا نور آفرینِ برقِ طور — ہر طرف سے چھن رہی تھی اک شعاعِ موجِ نور
زر بکف کرسی پہ تھی خاتونِ اکرم نو بہار — چینِ پیشانی سے شمعِ زندگی تھی نور بار
آنکھ کی نزہت میں موجِ نور زا آسودہ تھی — روشنی کی بجلیوں میں چشم ضو آلودہ تھی
عرض کی میں نے کہ اے سروِ گلستانِ جناں — کچھ خبر بھی ہے کہ ہم پر کیا گذرتی ہے یہاں
تو گئی مثلِ ہوائے گل فضائے دہر سے — اور دلِ ناکام محسوسِ قیودِ زیست ہے
ڈھونڈتے پھرتے ہیں ہم تجھ کو فضائے نور میں — آہ تو یوں چھپ گئی آ کر نگاہِ حور میں
کیا کہیں ہم کس قدر ناشاد ہیں تیرے بغیر — سچ تو یہ ہے ہم بہت برباد ہیں تیرے بغیر
تو گلستاں میں نہیں رنگیں بہاروں میں نہیں — کوہساروں میں نہیں اور لالہ زاروں میں نہیں
شمعِ محفل تیری ضوئے نور سے ہے بے نیاز — کچھ نشاں دیتا نہیں پروانۂ حسرت طراز
بوئے گل تیری شمیمِ عنبریں لاتی نہیں — نکہتوں میں بھی تری بوئے وفا پاتی نہیں
اسقدر کیوں چپ ہیں یہ بھی راز بتلاتے نہیں — طائرانِ باغ کچھ تیری خبر لاتے نہیں

... ...

چاندنی اور چاند کو ہے آہ تیری جستجو — چھپ گئی ہے کس عدم کے گوشۂ پنہاں میں تو

دل ہمارا ہر گھڑی سیماب وش بیتاب ہے — اور آنکھوں سے رواں اک یاس کا سیلاب ہے
کب سے ہم ہیں آہ صرفِ جستجو تیرے لئے — رات دن آوارہ ہیں ہم مثلِ بو تیرے لئے

ڈھونڈتا پھرتا ہے سورج روز و شب پیہم تجھے
تو کدھر ہے اور کہاں ہے کچھ پتہ تو دے مجھے

ہنس کے فرمانے لگیں خاتونِ اکرم "شادباش" — تیری حسرت کی کہانی ہے نہایت دلخراش
مجھ کو ہے افسوس تو میرے لئے بیتاب ہے — دل ترا میرے لئے اک شذرۂ سیماب ہے
آزماؤں تجھ کو اسرارِ نہانِ زندگی — آ سناؤں جستہ جستہ داستانِ زندگی
خام ہے تیری تلاش اور خبط تیری جستجو — تو نہ پائے گی مجھے اس طرح پھر کر کو بکو
میں ہوں دنیا کی نمائش گاہِ نیرنگی سے دور — ہے مری آرام گاہِ نیستی ہستی سے دور
چھپ گئی ہوں چشمِ ظاہر بیں سے چھپنے کیلئے — ہو گئی روپوش درسِ علم بننے کے لئے
دیکھ چشمِ غور سے حسنِ حقیقی کی بہار — خود حقیقت ہے گلِ مقصود کی امیدوار
شیشۂ امید کو چمکا بہ رنگِ آرزو — دل کے مخفی آئینہ پر ڈال چشمِ جستجو!
نقشِ باطل جسقدر ہیں دل کی دنیا سے مٹا — زنگ ظاہر شیشۂ حسنِ تمنا سے مٹا
یہ جہانِ فانی ہے چشمِ ظاہر آرا کے لئے — "دیدۂ بینا کو داغِ غم چراغِ سینہ ہے"
ہو گیا گُل پارہ پارہ خاکِ حسرت میں نہاں — دیدۂ بلبل میں لیکن نکہتیں ہیں سرگراں
بجھ گئی گو شمعِ محفل اور باقی خاک ہے — پھر بھی محفل میں ہیں روشن سوزِ الفت کیلئے
جو کبھی تھی روحِ پروانہ و نورِ شمع تھی — جس کے دم سے پیکرِ ہستی میں تھی اک روشنی

جو جہاں کا نور کہلاتی ہے لے جانِ جہاں — نور افروزِ زمین و جلوہ دارِ لامکاں
دل کے خلوت خانے میں جب ڈھونڈتی آئیگی تو — دیدۂ اُمید کے کاشانے میں پائیگی تو
زندۂ جاوید ہو کر شاد ہوں آباد ہوں — قیدِ دُنیائے دنی سے مطلقاً آزاد ہوں

کھول کر آنکھیں مجھ کو اپنے دل کے ویرانے میں ڈھونڈھ
کیفِ روحانی کو روح و دل کے میخانے میں ڈھونڈھ

جذباتِ حسرت

سونے والے سو رہے ہیں قبر کی آغوش میں — اور بیداری مقیداً ہے فریبِ ہوش میں
کھل گئے ہیں سونیوالوں پر رموزِ زندگی — جاگنے والوں کو لے ڈوبا ہے احساسِ خودی
جاگتی آنکھوں میں کیفِ زیست ہی وجہِ نشاط — اِن کی دُنیا ہے فقط عیش و نشاط و انبساط
زندگی کے شعبدوں میں وقفِ شوقِ آرزو — اِن مشاغل ہائے بے پایاں میں ہے تابِ نمو
یہ فدائے کیفیاتِ رنگِ صبح و شام ہیں — گویا بالکل بے نیازِ گردشِ ایّام ہیں
جھلملاتی چاندنی میں ہیں فدائے حُسنِ ماہ — سیم گوں تارے ہیں انکی بیخودی کی ذوق گاہ
نازنیں کلیوں پہ ہیں پروانہ وش دیوانہ وار — اِس بکھرے پھولوں پہ ہیں پھول ہی کی صورت بیقرار
چاندنی سے ان کے گلشن قصرہائے نور ہیں — ساغرِ دل اِن کے کیفِ ناز سے مخمور ہیں
گوہرِ شبنم ادائے خوابِ پر اُن کی نثار — گرد بالیں ماہ یعنی رات بھر ہے بیقرار

مسکرا کر ہر کرن سورج کی جھکتی ہے اُدھر — جس طرف کھولیں وہ غرفہ یعنی ہنگامِ سحر
ہنستے ہیں غنچے کہ بول اُٹھے فضائے گلستاں — پھول کھلتے ہیں برائے ہدیۂ زلفِ بتاں
آہ یہ رنگینیٔ عالم یہ ہنگامِ بہار — یہ گلوں کے ہاتھ میں لبریز ہے جامِ بہار

ساحرِ قدرت نے انساں پر ہے کیا جادو کیا
دہر میں ہر شخص ہے وارفتۂ کیفِ بقا

آ دکھاؤں تجھ کو میں گورِ غریباں کی سحر — عالمِ فانی کا یہ پہلو ہے کتنا غم اثر
یاس میں ڈوبی ہوئی چلتی ہے جب بادِ صبا — خاک کے تودوں پہ چھا جاتی ہے جب کالی گھٹا
گونجتی ہے جب مزاروں پر کبھی بانگِ اذاں — اور چھا جاتا ہے سناٹا فضا پر بے گماں
پڑتی ہیں سورج کی کرنیں تیز و شعلہ در کنار — خاک قبرستان میں اُڑتی ہے ہو کر بیقرار
اور سورج کی تمازت سے جھلستے ہیں مزار — صبح سے تا شام رہتی ہے یہ بستی بیقرار
شام کی تاریکیاں و تیرگانِ غم نصیب — حسرتوں سے سر جھکاتی ہیں مزاروں کے قریب
شب کی تاریکی ہے بس اک پردہ دارِ زندگی — لوٹتی ہے موت اندھیرے میں بہارِ زندگی
آہ یہ سونے کی چادر بوئے حسرت میں بسی — چاندنی قبروں سے ارماں کی طرح لپٹی ہوئی
ہلکے ہلکے قطرۂ شبنم کے تابندہ گہر — گود میں پھولوں کی چھپ جاتے ہیں جب وقتِ سحر
اس قدر غمناک ہو جاتا ہے یہ غمگیں چمن — اپنا سر دھنتی ہے فرطِ غم سے بیوہ یاسمن
دیکھ کر یہ حال ہو جاتا ہے میرا دل اداس — خود بخود سینہ میں چبھتی ہے خلش کی ایک پھانس
آہ! یہ برگ ہائے دل دہستی کا نشاں — زندگی میں جن سے تھا سرسبز اپنا گلستاں

جن کے ہونے سے جہاں میں تھا فروغِ انبساط
جن کے دم سے منعقد تھی محفلِ کیف و نشاط

دیکھکر ملتا تھا جن کو ایک کیفِ زندگی
باعثِ نورِ نظر ہوتی تھی جن کی روشنی

جن کے جلووں سے ہوئی روشن یہ ساری کائنات
جن کی تابش سے چمک اٹھی حیاتِ بے ثبات

جن کی خوشبو سے معطر تھی بہارِ آرزو
جن کی نکہت سے معنبر تھا نگارِ آرزو

جن کے قدموں سے ہوئی تزئینِ ایّامِ حیات
جن کی برکت سے ہوئی توقیرِ ہنگامِ حیات

آہ کل تھی جن کی ہستی لطف کی آغوش میں
آج وہ سوئے ہوئے ہیں منزلِ خاموش میں

یاد میں کس کس کی اشکِ خوں نہ برسانا پڑیں
کیسی کیسی ہستیاں اس خاک میں آباد ہیں

دل تڑپتا ہے کہ تصویریں نظر آجائیں وہ
آنکھ مضطر ہے کہ پھر جلوہ کہیں دکھلائیں وہ

"چھوٹ جائیں غم کے ہاتھوں سے جو نکلے دم کہیں
خاک ایسی زندگی پر وہ کہیں اور ہم کہیں"

حسنِ تصوّر

(ایک سہیلی کیلئے جسکا خطاب "کرشنا دیوی" ہے)

دلِ غمناک مژدہ ہو کہ قسمت جگمگاتی ہے
کرشنا چپکے چپکے پھر مری خلوت میں آتی ہے

چمک اٹھے ہیں سب صحن و در و دیوارِ ہستی کے
تجلّی پیکرِ انوار کی ہر اک شے پہ چھاتی ہے

برستا ہے نگاہوں سے وہ نورِ سرمدی پیہم
محبّت گاہِ دل پرتو سے جسکے جگمگاتی ہے

وہی رخسار ہیں جن کی ملاحت جانِ تابش ہے
وہی لب ہیں خموشی جن کے نغموں کو جگاتی ہے

وہی آنکھیں کہ جن کے آئینوں میں جوشِ الفت ہے
وہی نظریں کہ جن کی موہنی دل کھینچ لاتی ہے

بلا کی وہ کشش پلکوں میں نظروں کی وہ شیرینی
وہ شوخی جس پہ بجلی جانِ دل سے لوٹ جاتی ہے

چمکتی ہیں نگاہیں اس طرح چشمہ کے شیشوں سے
کرن سورج کی جیسے آئینہ میں جگمگاتی ہے

نظر ملتے ہی ہونٹوں پہ تبسّم کی دل آویزی
کہ جس سے دل کی پژمردہ کلی بھی مسکراتی ہے

نظر ملتے ہی دل پر نشۂ پنہاں ہو اطاری
کرشنا کس طرح جامِ مے الفت پلاتی ہے

نظر میں بس گیا رنگین کرشنا کا وہی جلوہ
پئے نذرِ عقیدت چشم اشکِ شوق لاتی ہے

نگاہوں میں دلی جذبات کھنچ کر آ گئے سارے
صدا جیسے سُروں کی تارہائے دل سے آتی ہے

اُدھر نازک سی شیریں راگنی چھیڑی تصوّر نے
اِدھر سینے میں میری روحِ مُردہ کسمساتی ہے

صعودِ نغمہ سے کھنچتے ہیں جذباتِ الم آگیں
صدائے نغمہ میرے زخمِ دل کو چھیڑ جاتی ہے

بڑھی جاتی ہے محویت ترنم کی تخیّل میں
کرشنا کیف میں نغمہ کے خود بھی کھوئی جاتی ہے

ڈھلا نغموں کے سانچے میں وہ اس کا پیکرِ رنگیں
مجسّم ہو گئے وہ نغمہ کی دیوی مسکراتی ہے

جمالؔ آنکھوں ہی آنکھوں میں کیا جادو تصوّر نے
کہ جو مجھ سے جدا تھی روح میں میری سماتی ہے

مجذوب کی بڑ

(چار سہیلیوں کے تصوریں)

خدا جانے وہ کیا طرزِ کرم ایجاد کرتے ہیں
اسیرانِ ستم کا اس طرح دل شاد کرتے ہیں

وہ گھر بیٹھے بٹھائے یہ نئی بیداد کرتے ہیں
بچھا کر دامِ الفت بستۂ صیاد کرتے ہیں

تصور میں کرم کرتے ہیں وہ اپنے اسیروں پر
قفس میں یاد آ کر وہ دل کو شاد کرتے ہیں

چمن کی وہ نزاکت وہ نفاست کیفِ موسم کی
"رہیں خود فراموشی گلوں کو یاد کرتے ہیں"

نئے دامِ محبت سے نرالی قیدِ الفت سے
گرفتارانِ الفت کو وہ کب آزاد کرتے ہیں

ہمارے دل کے ٹکڑے اہلِ دل کو اک تبرک ہیں
انہیں ٹکڑوں سے دنیائے وفا آباد کرتے ہیں

نگاہوں کی وہ شوخی وہ شرارت انکی چتون کی
الٰہی خیر! اب وہ کیا ستم ایجاد کرتے ہیں

(ایک سہیلی کیلئے جسکا خطاب گرو جی ہے)

نظر نیچی ہے دل ہے مطمئن خاموش ہیں مطلق
بصد تعظیم اب اپنے گرو کو یاد کرتے ہیں

کہاں قسمت کہ ہو اپنا گزر اس آستانے تک
خیالِ خام ہی سے اپنے دل کو شاد کرتے ہیں

گرو کا آستانِ پاک اور یہ سر معاذ اللہ
جنابِ دل بھی کیا کیا حسرتیں ایجاد کرتے ہیں

گرو کے آستاں پر جامِ الفت کاش مل جائے
سوامی یہ تمنا ان دنوں ناشاد کرتے ہیں

جمالؔ تشنہ لب مست حریصِ جامِ عرفاں ہے
گرو دیکھیں پرستاروں کو کب تک یاد کرتے ہیں

ہدیۂ شوق

(ایک سہیلی کی خدمت میں)

تم جانِ محبت ہو   جانانِ محبت ہو
تم شانِ محبت ہو   شایانِ محبت ہو
عنوانِ محبت ہو   سامانِ محبت ہو
پیمانِ محبت ہو   قربانِ محبت ہو

تم عشق و صداقت کی   اک شمعِ فروزاں ہو
تم جلوۂ اُلفت کی   اک مہرِ درخشاں ہو
اخلاق و مروّت کی   خورشیدِ خراماں ہو
اخلاص و محبت کی   سرچشمۂ حیواں ہو

اخلاقِ سراپا ہو   اخلاص کی دُنیا ہو
اک عشقِ منزّہ ہو   اک حُسنِ مصفّا ہو
اُلفت کا ستارہ ہو   اشفاق کا دریا ہو

اُمید سے بالا ہے   احساس محبّت کا
احساس سے اعلیٰ ہے   اندازہ مروّت کا
افلاک سے اونچا ہے   معیارِ صداقت کا

آنکھوں کے تبسّم میں   اُلفت کی تجلّی ہے
ہونٹوں کے ترنّم میں   اِک عشق کی ہنسی ہے
جذبوں کے تلاطم میں   اُلفت کی روانی ہے
اندازِ تکلّم میں،   شیرینی و نرمی ہے

تم آنکھ سے مخفی ہو   ہو دل میں نہاں لیکن
ظاہر میں تو چھپتی ہو   ہو دل پہ عیاں لیکن
تم رُوح پہ چھائی ہو   نظروں سے نہاں لیکن

تم دل کی تسلی ہو — در پردہ ہو ہاں لیکن
تسنیم محبت میں — سرشار ہو دائم
تم درد کی خلوت میں — دل دار رہو دائم
تم قلب کی حرکت میں — بیدار رہو دائم

ہاں قلب پہ ارماں ہیں — آجاؤ وفا بن کر
تم پردۂ مژگاں ہیں — چھپ جاؤ حیا بن کر
تم اشک کے طوفاں ہیں — آجاؤ ضیا بن کر
سینہ کے گلستاں ہیں — ٹہلو تو صبا بن کر

میخانۂ الفت میں — مے خوار ہو دائم

غمگین جمالہ کو — دل سے نہ بھلا دینا
مجبور محبر کو — الفت کا صلہ دینا
تم اپنی جمالہ کو — اعزازِ وفا دینا
محروم تمنا کو — دیدار دکھا دینا

وداعِ پنہاں

(بہ موقع رخصت ہمشیرہ رابعہ پنہاں صاحبہ)

الوداع اے جانِ روحِ والدِ تربت نشیں — الوداع اے نورِ عینِ مادرِ غم آفریں
الوداع اے حسنِ الفت دخترِ شیریں مقال — الوداع اے جملۂ افسانۂ طور و جمال
الوداع اے نکہتِ گلہائے گلزارِ وطن — الوداع اے بلبلِ رنگیں بیاں شیریں دہن
الوداع اے تابشِ لولوئے دریائے سخن — الوداع اے نورِ صبحِ نو بہارِ گل فگن
الوداع اے افسرِ جادو نگارانِ وطن — الوداع اے شاعرِ فردوسِ دنیائے سخن

الوداع اے نکتہ پرور صاحبِ احساس و ہوش — نکتہ فہم و نکتہ داں، نکتہ پہ دل نکتہ بگوش

تو نے اک جنبش میں پردہ پارہ پارہ کر دیا — جلوۂ حسنِ نہاں سب آشکارا کر دیا

تجھ سے شمعِ زندگانی مست و روشن ہو گئی — ظلمتِ صد دشت و صحرا رشکِ ایمن ہو گئی

تو نے رمزِ شریعت سب آشکارا کر دئے — جلوۂ علم و عمل پردہ سے بے پردہ کئے

تو نے کی دنیا میں تقلیدِ شعارِ فاطمہ — ہے تری تطہیر میں پنہاں وقارِ رابعہ!

ہے ترا ہم درد کا ہم پایۂ نورِ جہاں — بذلہ سنجی میں تری زیب النساء ہے گلفشاں

اے منزّہ شاہ زادی حور رفعت پاک خصال — قدس طینت، قدس رفعت، قدس دل قدسی جمال

ہم سے رخصت ہو رہی ہے آج یوں باچشمِ تر — ٹکڑے ٹکڑے قلب ہے، اور پارہ پارہ ہے جگر

گھر کی رونق دل کی زینت روشنی آنکھوں کی تھی — قلب کی خاموشیوں میں تھی نوائے زندگی

سازِ الفت سوز پاتا تھا ترے پیغام سے — صبحِ عصمت نور افشاں تھی درخشاں نام سے

ہیں نچھاور تجھ پہ اپنے اشکہائے غم نواز — الوداع اے خواہرِ الفت جہانِ الفت طراز

روحِ شوہر بن کے پنہاں ہو جہاں میں کامگار
یہ دعا مقبول ہو میری مرے پروردگار

وداعِ غزالؔ

(بہ موقع رخصت عزیزہ میمونہ غزالؔ سلمہا)

الوداع اے نورِ عینِ خاک پوش — الوداع اے دخترِ فرخندہ ہوش
الوداع اے پارۂ قلب و جگر — الوداع اے نورِ دل نورِ نظر
الوداع اے روشنیٔ روح و دل — الوداع اے انبساطِ مستقل
الوداع اے جانِ جانِ خواہراں — رخصت اے روحِ روانِ خواہراں
رخصت اے محزون نظر فرخندہ فال — الوداع اے پیاری میمونہ غزال
وقتِ رخصت ہم ہیں محزون و نگار — رو رہی ہے غم سے یا چشمِ تر
آہ آیا جان کی نورِ جہاں — رخصت اے دختِ یتیم و ناتواں
ہے دعا اپنی یہی شام و سحر — تجھ سے روشن ہو رخِ شمس و قمر
حسنِ احساں بن کے ہو نورِ جہاں — دونوں تارے مل کے ہوں صاحبِ قرآں

دل کے ٹکڑے ہیں نچھاور اے جمالؔ
بر نگاہِ اشک افزائے غزالؔ

ودائعِ شمیم

(ایک سہیلی کی رخصت پر)

سپردِ خدا نورِ عینینِ ما — شمیمِ چمن زارِ شرم و حیا
محبت کی ہنستی کلی الوداع — صداقت کی تابندگی الوداع
شرافت کی روحِ رواں الوداع — فطانت کی اے جانِ جاں الوداع
مہِ چرخِ عصمت فروزاں ہو تو — گلِ باغِ امید خنداں ہو تو
صداقت تری شعلہ افروز ہو — شرافت تری ماہِ نوروز ہو
ضیائے مہ علم روشن ہو تو — اندھیروں میں خورشید افگن ہو تو
جبیں سے درخشاں ہوں ایسے قمر — ہو پرتو سے جس کے نمودِ سحر
محبت کے موتی نظر سے گریں — وہ موتی جو نظروں کو خیرہ کریں
نگاہوں سے روشن ستارے جھڑیں — جبیں سے تری ماہ پارے جھڑیں
چمک جن کی ذروں پہ صیقل کرے — جھلک جن کی جنگل کو منگل کرے
وہ خاموش بجلی لبوں پر رہے — تبسم سے پہلے جو دل پر گرے
قدم تیرے تارے بناتے چلیں — ترے نقشِ پا گُل کھلاتے چلیں

نظر تیری جس سمت اُٹھنے لگے — اُسی سمت برقِ ادا گر پڑے
انیس حقیقی ہو شوہر کی تو — بڑھائے تو اس ماہ کی آبرو
ہو سسرال نازاں تری ذات پر — بنائے تو ہر قلب میں اپنا گھر
ہر اک ذرہ ہو رشکِ صد گلستاں — نیا گھر ہو قدموں سے رشکِ جناں
درخشاں ہو ہستی سے تیری جہاں — کرے دور تو جہل کی بدلیاں
زمانہ کی جب تک ہو روشن جبیں — ترا نام ہو مثلِ افشاں مبیں
یہاں سے تو روتی رلاتی چلی — بھرے گھر کو جنگل بناتی چلی
مزہ زندگانی کا جاتا رہا — شمیم چمن ہے، چمن سے جدا

دعاؤں کے ہیں پھول تجھ پر نثار
شمیمِ گلستانِ صبحِ بہار

فغانِ یاس

کیسا نصیب لائی تھی گلشنِ روزگار میں — نخلِ مراد لُٹ گیا صبحِ الم گسار میں
ایک تو میرا زخمِ دل چرکے ہزار قسم کے — کیسے نہ پھول سُرخ ہوں زخمِ جگر فگار میں
چاند سے کیا غرض مجھے پھول سے واسطہ کسے — دل ہے اسیرِ رنگ و بو سینۂ داغدار میں
وائے بحالِ بیخودی رازِ نہاں نہ چھپ سکا — اشک تڑپ کے آ گیا پردۂ تار تار میں
ایک بہارِ زخمِ دل ایک وفورِ اشکِ تر — چشمۂ آب ہے رواں پہلوئے لالہ زار میں
خونِ جگر کی چھینٹیاں کشتِ امید سینچ دیں — داغِ نہاں بھی سبز ہو یا رب نئی بہار میں
غنچہ و برگ رنگ و بو ایک ہوا میں اُڑ گئے — کس کس کو میں سمیٹ لوں دامنِ تار تار میں

شمع سے حال کچھ کہا میں نے جمالِ بزم میں
لختِ جگر ٹپک پڑے اشکِ گہر نثار میں

جمالؔ بکڈپو کی تازہ پیشکش

آئینہ جمالؔ :۔ ملک کی مشہور شاعرہ بلقیس جمالؔ صاحبہ کی نظموں کا دلکش مجموعہ قیمت ۱۲ ر

قوسِ قزح :۔ بلقیس جمالؔ صاحبہ بریلوی کی چند خاص نظموں کا مجموعہ۔ قیمت ۸ ر

غزالؔ :۔ میمونہ خاتون صاحبہ غزالہ بریلوی کے کلام کا گلدستہ۔ قیمت ۴ ر

گوہرِ عفتؔ :۔ آمنہ خاتون عفتؔ کے چند عبرتناک افسانوں کا مجموعہ۔ قیمت ۸ ر

اشکِ خونیں :۔ نامور شاعرہ رابعہ پنہاںؔ صاحبہ کے دردناک کلام کا دلگداز نمونہ قیمت ۴ ر

ملنے کا پتہ

آمنہ خاتون عفتؔ منیجر جمال بک ڈپو

پرانی کوتوالی مظفر نگر

DUE DATE